

# امام ابو حنیفہؒ اور امام ابوحنبلہؒ

اختلاف کے آئینے میں



مولانا حارث اللہ فرقانی  
پی ایچ ڈی سکالر

عکس

AKSPUBLICATIONS



# امام ابو حنیفہ اور امام مجتہدین

اختلاف کے آئینے میں

مولانا حارث اللہ فرقانی

پی ایچ ڈی سکالر

اکس

AKSPUBLICATIONS

Digitized by Marfat

56833

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مصنف یا ادارہ عکس پبلشرز سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر نہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

نام کتاب	امام ابو حنیفہ اور امام بخاری (اختلاف کے آئینے میں)
مصنف:	مولانا حارث اللہ فرقانی پنجاچی سٹار
سن طباعت	2018ء
تعداد	600
قیمت	500

297-9924  
ح 155  
141040

عکس

AKSPUBLICATIONS

Book Street, Data Darbar Market, Lahore.  
Ph: 042-37300584, Cell # 0300-4827500-0348-407-2844  
E-mail: publications\_aks@gmail.com

## فہرست مضامین

- 11 ----- \* سپاس و تشکر
- 13 ----- \* مقدمہ
- 13 ----- \* تعارف موضوع:
- 16 ----- \* اہداف تحقیق
- 17 ----- \* جائزہ ادب
- 18 ----- \* خاکہ تحقیق
- 19 ----- \* منہج تحقیق

### باب اول

ائمہ احناف کے ہاں فقہ الحدیث کی تعریف اور فقہی استخراج کا بیان

- 20 ----- فصل اول:.....فقہ حنفی کی ابتدا اور تطور کا جائزہ
- 22 ----- \* فقہ کی ابتداء و ارتقاء:
- \* دور نبوی ﷺ سے لے کر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین (بشمول احناف) تک کے زمانے کی فقہی تطور
- 24 -----
- 35 ----- فصل دوم:.....امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی اور مجددانہ حیثیت کا جائزہ
- 35 ----- \* نام و نسب
- 36 ----- \* تاریخ و مقام ولادت
- 37 ----- \* بشارت نبوی ﷺ اور امام صاحب رحمہ اللہ

- 38 امام صاحب رحمہ اللہ اور شرفِ تابعیت
- 41 امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کی علمی زندگی
- 41 امام صاحب رحمہ اللہ کا علم الکلام سے لگاؤ اور پھر اس کا ترک کر دینا:
- 43 امام صاحب رحمہ اللہ کا حصول علم فقہ اور اس کے محرکات
- 44 امام صاحب رحمہ اللہ اور علم حدیث
- 50 امام صاحب رحمہ اللہ کا ذخیرہ احادیث
- 52 امام صاحب رحمہ اللہ کے اصول اخذ و قبول حدیث
- 52 1۔ راوی کا ضبط
- 53 2۔ راوی کا تقویٰ
- 54 3۔ روایت باللفظ
- 55 4۔ حدیث مسند اور مرسل
- 55 5۔ قرآۃ الشیخ اور قرآۃ علی الشیخ
- 58 خبر واحد اور امام صاحب
- 59 حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور محدثین و فقہاء
- 63 امام صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات و تالیفات
- 64 امام صاحب رحمہ اللہ کے مشائخ
- 64 امام صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ
- 65 امام صاحب رحمہ اللہ کا حلیہ و اخلاق
- 65 امام صاحب رحمہ اللہ کی ذہانت و عظمت
- 65 امام صاحب رحمہ اللہ کی تاریخ وصال

65----- فصل سوم :..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول استنباط

### باب دوم

تراجم الابواب کی روشنی میں امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کا جائزہ

75----- فصل اول :..... امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

75----- \* نام و نسب

76----- \* پیدائش اور ابتدائی حالات

77----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کی علمی زندگی کا آغاز:

78----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ

80----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کے مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی

81----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کا قوتِ حافظہ

82----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کا زہد و تقویٰ

82----- \* محدثین و فقہاء کی نظروں میں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ

84----- \* امام بخاری رحمہ اللہ پر دورِ آزمائش

85----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کا فقہی مسلک

86----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کی تالیفات و تصنیفات

86----- \* آپ کی شہرہ آفاق کتاب

87----- \* جامع صحیح کے محاسن و فضائل

88----- \* صحیح بخاری کو جمع کرنے کا مقصد اور اس کا پورا نام

88----- \* امام بخاری رحمہ اللہ کے تخریج کے شرائط

89----- \* کتب احادیث میں جامع صحیح بخاری کا مقام

90----- \* جامع صحیح میں تعدادِ روایات

- 90 \* جامع صحیح کی خصوصیات
- 93 \* امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اعتراضات و شبہات
- 94 \* امام بخاری رحمہ اللہ کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نہ کرنے کی وجہ
- 95 \* ایک غلط فہمی کا ازالہ
- 96 \* امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ وفات
- 97 \* فصل دوم:..... تراجم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد
- 112 \* جامع صحیح بخاری میں تراجم الابواب کا اجمالی نقشہ
- 117 \* فصل سوم:..... امام بخاری رحمہ اللہ پر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے اثرات کا جائزہ
- 123 \* جائزہ

### باب سوم

استخراج المسائل اور فقہ الحدیث کے میدان میں

امام ابوحنیفہ اور امام بخاری کے اختلاف کا جائزہ

- 124 \* فصل اول:..... ائمہ احناف اور امام بخاری رحمہ اللہ کے فقہی اصولوں کا جائزہ
- 124 \* جامع صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ کے بنیادی اصول استنباط
- 124 1- اضافت کے عموم کے ساتھ احکامات کا استنباط کرنا:
- 124 2- الفاظ کے عموم سے کسی مسئلے کا استنباط کرنا:
- 125 3- دلالت النص سے مسئلہ کا استنباط کرنا:
- 125 4- قیاس العلة سے مسئلہ کا استنباط کرنا:
- 126 5- شرع من قبلنا سے استنباط کرنا:
- 126 6- سد الذرائع و اعتبار المقاصد کے تحت مسائل کا استنباط کرنا:
- 126 7- عرف کا اعتبار کرتے ہوئے مسئلہ مستنبط کرنا:



- 126 ----- \* ائمہ احناف کے فقہی اصول
- فصل دوم :..... امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ”قال بعض الناس“ کی روشنی میں مذہب
- 131 ----- احناف کا جائزہ
- 131 ----- \* الأول:..... فی الرکاز
- 136 ----- \* الثانی:..... فی الهبة
- 139 ----- \* الثالث:..... فی الهبة
- 142 ----- \* الرابع:..... فی الشهادات
- 146 ----- \* الخامس:..... فی الوصایا
- 150 ----- \* السادس:..... فی اللعان
- 154 ----- \* السابع:..... فی الإکراه
- 157 ----- \* الثامن:..... فی الأیمان
- 159 ----- \* التاسع:..... فی الإکراه
- 164 ----- \* العاشر:..... فی الحیل (فی الزکاة)
- 167 ----- \* الحادی عشر:..... فی الزکاة
- 168 ----- \* الثانی عشر:..... فی الزکاة
- 169 ----- \* الثالث عشر:..... فی النکاح
- 171 ----- \* الرابع عشر:..... فی النکاح
- 172 ----- \* الخامس عشر:..... فی النکاح
- 174 ----- \* السادس عشر:..... فی النکاح
- 175 ----- \* السابع عشر:..... فی النکاح
- 175 ----- \* الثامن عشر:..... فی الغصب

- \* التاسع عشر:..... فى الهبة باب فى الهبة والشفعة ----- 177
- \* العشرون:..... فى الشفعة ----- 178
- \* فهرست اعلام ----- 180
- \* فهرست آيات قرآنية ----- 187
- \* فهرست احاديث النبوية على صاحبها الصلاة والسلام ----- 188
- \* مصادر ومراجع ----- 190



## التقریظ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى و

بعده!

فانى قد طالعت المقالة التى الفها و جمعها مولوى حارث الله حفظه الله تعالى حرفاً بحرف فوجدتها نافعة للطلاب والعلماء طبق ظنى الفاتر وسلك الفاضل عفى عنه مسلك الاعتدال فى باب الائمة والمحدثين رحمهم الله كما هو اللائق لشانهم والواجب على كل احد ان ينظر فى جميع المسائل المختلفة الثابتة بالاحاديث الصحيحة بنظر الانصاف وان يوقر الائمة وان يبين مذهبه ويذكر دلائل امامه رحمه الله بحيث لا يلزم من بيانه اهانة سائر الائمة رحمهم الله تعالى لان جميعهم خدمة الدين القويم واختلافهم رحمة للامة كما ورد فى الحديث الشريف "اختلاف امتى رحمة" او كما قال رسول الله ﷺ فالمؤلف المذكور كتب فى مقالته اشياء نفيسة الماخوذة من كتب معتبرة سيما مناقب الامام الهمام البخارى رحمه الله و دقائق استنباطاته العلمية وذكر من كمالات الامام الاعظم رحمه الله تعالى و لطائفه العلمية ومهارته الفقهية و ثناء المحدثين العظام رحمهم الله تعالى و ذكر المؤلف نصره الله تعالى اجوبة كاملة دافعة للخصم فى باب "قال بعض الناس" آخذاً من الشروح المعتمدة فجزاه الله تعالى خيراً واجعل سعيه مقبولاً و مقالته مشهورة متداولة بين الناس آمين

وصلی اللہ تعالیٰ و تبارک علی خیر خلقہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ  
و علی آلہ و اصحابہ اجمعین .

نقد ادب

۱۴۳۹ - ۱ - ۵

شیخ القرآن والحديث

بالجامعة دار الفرقان الکریم ، جے فور ، فیز ۲ ، حیات آباد بشاور



## سپاس و تشکر

حمد و ثناء اس عرشِ عظیم کے مالک کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے عقل دی اور قلم کے ذریعے اسے علم دیا۔ درود و سلام سید الکونین ﷺ پر جس نے انسانوں کو پیغامِ الہی پہنچایا اور لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لایا۔

دورانِ تحقیق راقم کو جس چیز نے مشکل میں ڈالا تھا، وہ کتب کی عدم موجودگی تھی۔ راقم نے دن رات تگ و دو کرتے ہوئے مختلف علاقوں اور شہروں کا سفر کیا، مختلف مکتبوں کا رخ کیا، انٹرنیٹ پر بھی اپنے موضوع سے متعلقہ مواد کی خوب تلاش کی، حتیٰ کہ دورانِ سفر عمرہ، مسجد بیت الحرام اور مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کتب خانوں اور شیوخ سے بھی استفادہ کیا۔

راقم الحروف سب سے زیادہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا صد بار شکر گزار ہے جس نے اسے اس بحث کی تکمیل کی توفیق بخشی۔ اس کے بعد میں اپنے نگرانِ مقالہ اسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد صاحب (شیخ زید اسلاک سینٹر، جامعہ پشاور)، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان، الدکتور صالح الحربی المدنی، الدکتور حشر الدین الہکی (الاستاذ المتزجم بالمسجد الحرام)، نیز اپنے مشائخ مولانا محمد نقیب اللہ (شیخ الحدیث مدرسہ دارالفرقان، حیات آباد)، مولانا محمد عارف (شیخ الحدیث مدرسہ دارالفرقان، حیات آباد)، مولانا محمد قاسم (شیخ الحدیث مدرسہ دارالفرقان، حیات آباد)، مفتی حبیب الرحمن (استاد مدرسہ دارالفرقان، حیات آباد)، مفتی محمد الیاس (استاد مدرسہ دارالفرقان، حیات آباد)، مولانا فضل الہادی (استاد مدرسہ دارالفرقان، حیات آباد)، مفتی نفیس احمد (استاد جامعہ فاروقیہ، حیات آباد)، مولانا عبدالرحمن (استاد جامعہ فاروقیہ، حیات آباد)، مولانا حافظ فضل مالک (مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ کس، جمروڈ) اور اپنے

تمام مشائخ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے دورانِ تعلیم اور اس تحقیقی مقالہ کی تکمیل اور تصحیح میں میری رہنمائی اور معاونت فرمائی۔ نیز میں اپنے والدین کا بالخصوص اور ان تمام بھائیوں کے تعاون کا بالعموم احسان مند ہوں کہ جنہوں نے ہر مشکل میں مدد کی۔ فجزاہم اللہ خیرا۔ (آمین)



## مقدمہ

جامع صحیح بخاری میں امام بخاریؒ کے اعتراضات کا  
امام ابو حنیفہؒ کی فقہی آراء سے موازنہ

تعارف موضوع:

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!  
اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو اپنی کامل تخلیق کا بہترین مظہر بنایا ہے اور اپنی اسی اشرف مخلوق کی دارین کی صحیح راہنمائی کے لیے خود انہی میں سے چند معصوم و باکمال افراد کا انتخاب کر کے ان کی طرف وقتاً فوقتاً بھیجتا رہا جو کہ اس کی تعلیمات کو کما حقہ بندگانِ حق تک پہنچاتے رہے یہاں تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت نے سلسلہ نبوت پر ختم ثبت کر دیا۔ آپ ﷺ کو عطا کردہ وحی (قرآن و سنت) اتنی جامع ہے کہ سابقہ تمام مذاہب کا حسن و کمال اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اتنی جامع و مفید تر ہیں کہ اگر ان سے صحیح تفقہ اخذ کیا جائے تو قیامت تک کے تمام مسائل کا حل بخوبی تلاش کیا جاسکتا ہے چنانچہ انہی تعلیمات کو امت محمدیہ تک صحیح و سلیس صورت میں پہنچانے کے لیے آپ ﷺ ہی کی موجودگی میں کلام اللہ شریف اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلاة والسلام کی جمع و تدوین کا آغاز کیا گیا اور اس کی واضح دلیل آپ ﷺ کا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرمان ہے: ”اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه الا حق“ ❶ نیز جمع و تدوین کا یہ سنہری دور یوں ہی جاری رہا حتیٰ کہ دور عثمانی میں تمام امت محمدیہ کا مصحف عثمانی پر اجماع منعقد ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی جمع و تدوین کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ دور صحابہ سے لے کر تابعین اور تبع تابعین (یعنی تقریباً تیسری اور چوتھی صدی ہجری) کے ادوار تک جو خدمات

❶ سنن ابی داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی، دار الرسالة العلمية، 2009ء، کتاب العلم، باب فی

كتابة العلم، الحديث 3646

رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی جمع و تدوین کی خاطر کی گئیں وہ بے نظیر ہیں۔ چنانچہ محدثین حضرات نے بڑی تگ و دو کے بعد رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو حاصل کیا اور ہر ایک حدیث کی سنداً و متاً چھان پھٹک کی صحیح، ضعیف و موضوع وغیرہ جیسی اصطلاحات قائم کر کے احادیث کی صحت کو بخوبی واضح کیا، قرآن و حدیث کی جمع و تدوین کی ان قیمتی خدمات کرنے والوں کا امت پر احسان تو ہے ہی پر ان کے ساتھ ساتھ ان فقہائے عظام اور اہل فتاویٰ کی خدمات بھی قابل ستائش ہیں کہ جن کے استنباط و استخراج نے امتِ محمدیہ کو دین فطرت پر چلنے کے لیے نہایت سہل انداز میں ان تعلیمات کی صحیح تشریحات فراہم کیں۔ اور شاید فقہائے امت کی ان ہی خدمات کی بدولت اہل الحدیث نے ان کی مدح میں یوں کہا کہ ”یا معشر الفقہاء انتم الاطباء و نحن الصیادلة۔“<sup>①</sup> چنانچہ ان تعلیمات کی صحیح نشر و اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت کے مختلف باصلاحیت افراد کا چناؤ کیا جن میں سے کئی کو اپنے کلام کا فہم دیا، کسی کو اپنے محبوب ﷺ کی احادیث کا حافظ بنایا تو چند ایک کو ان دونوں ہی کی کمال فہم سے نوازا۔ حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اور امام بخاری محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ بھی ان ہی چند خوش بخت اور نامور ہستیوں میں سے ہیں جو اپنے زمانے کے مایہ ناز محدثین اور فقہاء و مجتہدین میں سے گزرے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تفقہ تو انہی مسلمہ تھی کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ“<sup>②</sup> اور شاید یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے تقریباً تمام ہی فقہاء انہی کے منہل عرفان سے سیراب ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی چوٹی کے محدثین حضرات نے امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے نوازا، اور آپ کی شہرہ آفاق کتاب جامع صحیح بخاری کے بارے میں بالاتفاق جمہور محدثین نے یہ تاریخی فیصلہ صادر فرمایا کہ ”اصح الکتب بعد

① الخیرات الحسان، احمد بن حجر، الہیثمی، (م 973ھ)، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی،

پاکستان، 1414ھ، ص 143-144

② مناقب الامام لموفق المکی، ج 2، ص 31



کتاب اللہ تعالیٰ الجامع الصحیح للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ<sup>①</sup> یہ دوسری بات ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو جو شہرت بطور فقیہ و مجتہد کے حاصل ہوئی اتنی ہی شہرت امام بخاری رحمہ اللہ کو بطور محدث کے ملی اب ان کے بارے میں کسی کا یہ بیان خوب قابلِ مذمت ہوگا جو ما قبل قضیہ کی عکس سے تعبیر کرتے ہوئے ان امامین جلیلین کی مرتبت کو گھٹانے کے قضیے باندھے۔

دراصل راقم الحروف کا مقالہ بھی چند ان ہی مضامین پر مشتمل ہے کہ جن کے مطالعہ کرنے سے قاری بخوبی ان دونوں جلیل القدر ائمہ کی محدثانہ اور فقیہانہ شان سے کسی افراط و تفریط کے بغیر مطلع ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ)۔ راقم نے اپنی بحث میں ان دونوں حضرات کی محدثانہ اور فقیہانہ شان کے ساتھ ساتھ ان کی اصولِ فقہ اور طرقِ استنباط اور استخراج المسائل من السنۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام (جس پر اب تک ایک جا کام نہیں ہوا) پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، نیز بحث میں موضوع مقالہ کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر وارد اعتراضات کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ راقم کی حقیر کاوش کو نجاتِ اخروی کا سبب بنا دے اور اہل علم کے لیے نافع بنا کر اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام  
علی حبیبہ ﷺ و آلہ واصحابہ اجمعین۔



① مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث لابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمن، (م 646ھ)، المکتبۃ

الفاروقیہ، ملتان، پاکستان، سن 23

## اہدافِ تحقیق

یوں تو مذکورہ بالا موضوع سے قریب ملتے جلتے بہت سے موضوعات پر راقم سے پہلے بھی بہت سے اقلام نے قیمتی اوراق مسطور کیے ہیں اور بہت سی ذہنی الجھنوں کو سلجھایا ہے۔ لیکن اب ضرورت اس امر کی ہے کہ بعض خاص نکات کا خالصہ بغیر کسی افراط و تفریط کے از سر نو ع جائزہ لیا جائے۔

اس مقالے میں درجہ ذیل اہداف راقم کے پیش نظر ہیں:

- ۱۔ امامین جلیلین کی محدثانہ اور فقہیانہ شان کی بغیر کسی افراط و تفریط کے وضاحت کرنا
  - ۲۔ دونوں ائمۃ الفقہ و الحدیث کے اصول فقہ پر بحث کرنا
  - ۳۔ دونوں ائمۃ الفقہ و الحدیث کے طرق استنباط اور استخراج المسائل من السنۃ النبویۃ علی صاحبہما الصلاۃ والسلام (جس پر اب تک یک جا کام نہیں ہوا) پر بحث کرنا
  - ۴۔ موضوع مقالہ کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر وارد اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لینا۔
  - ۵۔ زیر بحث موضوع سے متعلقہ معلومات کو یک جا کر کے دیگر محققین کے لیے تحقیق میں آسانی پیدا کرنا۔
- اس چھوٹی سی کوشش کو اپنے لیے (اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ شانہ اسے قبول فرمائے) دنیاوی سرخ روئی اور نجاتِ اخروی کا سبب بنا کر اہل علم کے استفادہ کے لیے پیش کرنا۔

## جائزہ ادب

موضوع سے متعلق انفرادی طور پر تو کافی کام ہوا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیات اور ان کی دینی خدمات وغیرہ پر تو بہت سی کتب آسانی سے مل جاتی ہیں جیسے کہ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ رحمہ اللہ، ❶ الخیرات الحسان ❷ اور کنز الوصول الی معرفة الاصول ❸ وغیرہ، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کی حیات اور خدمات بارے بھی کئی کتابیں موجود ہیں مثلاً تذکرۃ الحفاظ، ❹ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ❺ اور ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری ❻ وغیرہ جب کہ راقم نے اپنی بحث میں ان دونوں ائمہ کرام کی حیات اور دینی خدمات کو یک جا بیان کیا ہے جو کے اپنی نوعیت کی ایک نئی تحقیق ہے۔ (ماشاء اللہ)

دونوں ائمہ کرام کے فقہی اور محدثانہ حیثیت کو بخوبی واضح کیا گیا ہے جس کو مطالع کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں ائمہ کی فقہی اور محدثانہ اصول میں قدرے اشتراک پایا جاتا ہے۔ بحث میں خاص کر امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ”قال بعض الناس“ کا تفصیلی جائزہ کئی شروحات کی چانٹ پھٹک کے بعد لکھا ہے کئی مضامین کو اکٹھا کر کے قاری ایک ہی موضوع سے متعلق کئی شروحات پر مطلع ہو جاتا ہے جو اب تک اس موضوع پر ایک منفرد کوشش ہے۔

❶ یہ کتاب موفق بن احمد کی ہے، جبکہ آپ موفق بنی کے نام سے بھی مشہور ہیں اور آپ کا سن وفات 578ھ ہے۔

❷ یہ کتاب احمد بن حجر کی ہے، جبکہ شہاب الدین آپ کا لقب ہے اور آپ کا سن وفات 973ھ ہے۔

❸ یہ کتاب علی بن محمد کی ہے، جبکہ آپ البرز دوی الحشی کے نام سے بھی مشہور ہیں اور آپ کا سن وفات 482ھ ہے۔

❹ یہ کتاب محمد بن احمد کی ہے، جبکہ ابو عبد اللہ آپ کی کنیت ہے اور آپ کا سن وفات 748ھ ہے۔

❺ یہ کتاب محمد بن عبد الرحمن کی ہے، جبکہ شمس الدین آپ کا لقب ہے اور آپ کا سن وفات 902ھ ہے۔

❻ یہ کتاب احمد بن علی کی ہے، جبکہ ابن حجر کے نام سے بھی مشہور ہیں اور آپ کا سن وفات 852ھ ہے۔

## خاکہ تحقیق

### باب اوّل

ائمہ احناف کے ہاں فقہ الحدیث کی تعریف اور فقہی استخراج کا بیان

فصل اوّل:.....فقہ حنفی کی ابتدا اور تطور کا جائزہ

فصل دوم:.....امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

فصل سوم:.....امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول استنباط

### باب دوم

تراجم الابواب کی روشنی میں امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کا جائزہ

فصل اوّل:.....امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

فصل دوم:.....تراجم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد

فصل سوم:.....امام بخاری رحمہ اللہ پر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے اثرات کا جائزہ

### باب سوم

استخراج المسائل اور فقہ الحدیث کے میدان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام

بخاری رحمہما اللہ کے اختلاف کا جائزہ

فصل اوّل:.....ائمہ احناف اور امام بخاری رحمہما اللہ کے فقہی اصولوں کا جائزہ

فصل دوم:.....امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ”وقال بعض الناس“ کی روشنی میں

مذہب احناف کا جائزہ

## منہج تحقیق

راقم الحروف کا منہج تحقیق درجہ ذیل ہے:

- 1- زیر نظر مقالہ بنیادی طور پر لائبریری ریسرچ ہے جو اولین اور ثانوی دونوں قسم کے مآخذ سے استفادہ پر مبنی ہے۔ جن میں متقدمین اور متاخرین دونوں ہی قسم کے مصنفین و مؤلفین حضرات کی کتب شامل ہیں۔
- 2- حوالہ کچھ اس طرز پر ہے ”کتاب کا نام، مصنف/مؤلف کا نام، مطبع، سن اشاعت، جلد نمبر (اگر ہے) اور پھر صفحہ نمبر۔“ تاہم اگر کسی مصنف/مؤلف کی شہرت کسی خاص لاحقے/سابقے/کنیت/لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس کا اصل غیر معروف نام بھی درج کیا گیا ہے۔
- 3- مقالہ میں حسب ضرورت علمی اور مستند مجلات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن کی تحقیق کی روشنی میں مقالہ کے موضوع کو مربوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- 4- مجلات کا حوالہ یوں دیا گیا ہے: ”مقالے کا نام/مجلد کا نام، ماہ و سال اشاعت، مقام اشاعت، شمارہ نمبر، صفحہ نمبر۔“
- 5- قرآن مجید سے حوالہ دیتے ہوئے سورت کا نام اور آیت نمبر درج کیا گیا ہے۔
- 6- احادیث کے کسی مجموعے سے حوالہ اس طرح دیا گیا ہے: ”مؤلف/مدون کا نام، مجموعے کا نام، متعلقہ باب، فصل، مطبع، سن اشاعت، جلد نمبر (اگر ہے) اور پھر صفحہ نمبر یا پھر صرف حدیث کا نمبر دیا گیا ہے۔“ تاہم اگر کسی مصنف/مدون کی شہرت کسی خاص لاحقے/سابقے/کنیت/لقب کی وجہ سے ہے تو اس کے ساتھ اس کا اصل غیر معروف نام بھی درج کیا گیا ہے۔

## ائمہ احناف کے ہاں فقہ الحدیث کی تعریف اور فقہی استخراج کا بیان

فصل اوّل:..... فقہ حنفی کی ابتدا اور تطور کا جائزہ

لغوی اعتبار سے لفظ فقہ کا معنی ہے ”الفہم و الفطنة“ ❶ یعنی سمجھنا اور مہارت۔  
جرجانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((الفقه هو في اللغة عبارة عن فهم غرض المتكلم من

كلامه . )) ❷

”فقہ لغت میں متکلم کے کلام کی غرض کا سمجھنا ہے۔“

آپ رحمہ اللہ نے فقہ کی اصطلاحی تعریف کچھ یوں کی ہے:

((وفي الاصطلاح هو العلم بالاحكام الشرعية العملية

المكتسبة من ادلتها التفصيلية وقيل هو الاصابة والوقوف على

المعنى الخفى الذى يتعلق به الحكم وهو علم مستنبط بالرأى

والاجتهاد ويحتاج فيه الى النظر والتامل ولهذا لا يجوز ان

يسمى الله تعالى فقيها لانه لا يخفى عليه شئى . )) ❸

”اصطلاح میں وہ (فقہ) شرعی و عملی احکام کا ایسا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے

❶ المعجم الوسيط، مجمع اللغة العربية، مصر، مادة فقہ

❷ کتاب التعريفات، علی ابن محمد ابن سید الزین، جرجانی، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار

❸ ایضاً

لاہور، ص 119

ماخوذ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ فقہ اس چھپے ہوئے معنی تک پہنچنے کا نام ہے جس سے حکم متعلق ہو اور وہ (چھپا معنی) رائے اور اجتہاد اور غور و فکر کا بھی متقاضی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں۔ نیز امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ”حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے جاننے کا نام فقہ ہے۔“<sup>①</sup>

جب کہ صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ علم و عمل سے عبارت ہے۔<sup>②</sup>

جہاں تک لفظ حنفی کی تحقیق کا سوال ہے تو اس بارے میں مولانا احمد بن نصیر الدین لکھتے ہیں کہ لفظ ”حنفی“ اسی حنیفہ کی طرف منسوب ہے جو امام المذہب نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی کنیت ہے اور لفظ اسی حنیفہ مرکب اضافی ہے جو اب سے شروع ہوتا ہے اور اس کا دوسرا جز و بروزن فعیلۃ کے ہے اور اس جیسے اسم منسوب میں اصل یہ ہے کہ اس کے شروع والے حرف کو حذف کر کے اس کے آخر میں یائے نسبتی بڑھادی جائے، جیسا کہ لفظ فعیلۃ کے وزن پر جبکہ مادہ معتل اور مضاعف ابواب سے نہ ہو تب اسم منسوب میں قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اولاً تاء اور یاء کو حذف کیا جاتا ہے پھر حرف عین کے کسرہ کو فتح سے اور حرف لام کے کسرہ کو فتح سے تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ فعلی کے وزن پر ہو جائے۔

چنانچہ لفظ اسی حنیفہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے درجہ ذیل نحوی قاعدہ برآمد ہوا۔

1- اس کے صدر (ابی) کو حذف کیا گیا تو حنیفہ رہ گیا۔

2- یاء اور تاء کو حذف کیا تو حنیف رہ گیا۔

3- اس کے آخر میں یائے نسبتی بڑھائی گئی تو حنیفی ہو گیا۔

4- نون کے کسرہ کو فتح اور فاء کے فتح کو کسرہ سے تبدیل کیا تو حنیفی ہو گیا۔

مذکورہ بالا تحقیق کے بعد اب فقہ حنفی یا بالفاظ دیگر مذہب حنفی کی تعریف مختصراً مگر جامع

① اجمل الحواشی علی اصول الشاشی، مولانا جمیل احمد، سکروڈی، مکتبہ دارالاشاعت، اردو

② ایضاً

بازار کراچی، 2005ء، ص 12

انداز میں ان الفاظ سے کی جاسکتی ہے:

”يمكن ان يقال في تعريف المذهب الحنفي انه عبارة عن آراء الامام ابي حنيفة واصحابه المجتهدين في المسائل الاجتهادية الفرعية وتخريجات كبار العلماء من اتباعهم بناء على قواعدهم و اصولهم أو قياسا على مسائلهم و فروعهم“<sup>①</sup>

”حنفی مذہب کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ: وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اور فرعی اجتہادی مسائل میں ان مجتہد شاگردوں کی آراء سے عبارت ہے نیز ان بڑے علماء کی تخریجات پر مبنی ہے جنہوں نے ان کے اصول اور قواعد پر یا ان کے فروع اور مسائل پر قیاس کرتے ہوئے کیں۔“

فقہ کی ابتداء و ارتقاء

اسلامی علوم مثلاً تفسیر، فقہ، مغازی ان کی ابتداء اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوئی لیکن فن کی حیثیت سے دوسری صدی کے اوائل میں تدوین و ترتیب فقہ شروع ہوئی اور جن لوگوں نے تدوین و ترتیب کی وہ ان علوم کے بانی کہلائے۔ چنانچہ بانی فقہ کا لقب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ملا جو درحقیقت اس لقب کے سزاوار تھے۔ اگر امام شافعی رحمہ اللہ علم اصول فقہ کے موجد ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی بلاشبہ علم فقہ کے موجد ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ایجاد الفقہ ہی ہے جس پر ہم آئندہ تفصیلی بحث بھی کریں گے لیکن ضروری ہے کہ مختصراً علم فقہ کی تاریخ کو سمجھا جائے جس سے ظاہر ہو کہ یہ علم کب؟ کیوں؟ اور کیوں کر شروع ہوا؟ اور خاص کر یہ کہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو پایا تو اس کی کیا حالت تھی وغیرہ وغیرہ؟ حدیث کے ادنیٰ سے طالب علم ہونے کی حیثیت سے اس بات

① نقیب، احمد بن نصیر الدین، المذہب الحنفی، مکتبۃ الرشید، ریاض، سعودی عرب، 1422ھ/

2001 م، ج 1، ص 37-38

141540



کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ دورِ نبوی ﷺ میں مسائل شرعیہ کی صورتِ حال یہ تھی کہ مثلاً رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو دیکھ کر اسی طرح وضو فرماتے جب کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ نہ بتاتے کہ یہ رکن واجب، سنت یا پھر مستحب وغیرہ ہے نیز اکثر یہی صورت پیش آئی گویا کہ آپ ﷺ مرجعِ خلاق تھے۔ سید مناظر احسن گیلانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”آں حضرت ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کے ابتدائی چند سال تک اسلام کے حلقہٴ اثر میں جو داخل ہوئے ان کی تعداد بہت محدود تھی۔ ظاہر ہے کہ قدرتی طور پر ایسی صورت میں حوادث، واقعات کی مختلف پیچیدہ شکلیں یوں بھی کم پیش آتی تھیں، جو خود سرورِ کائنات ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے۔ گیلانی صاحب رحمہ اللہ نے اسی مضمون بالا کے ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے: در زمانِ آنحضرت ﷺ مردمان در ہمہ انواع علوم چشم بر جمال آنحضرت ﷺ و گوش بر آواز دے می داشتند، ہر چہ پیش می آید، از مصالح جہاد و حدیث و عقد جزئیہ و احکام فقہ و علوم زہدیہ ہمہ آزاں حضرت ﷺ استفسار نمودند۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہر قسم کے متعلق لوگوں کی نگاہیں آنحضرت ﷺ کے جمال مبارک پر جمی ہوئیں، ان کے کان حضرت ﷺ کی آواز پر لگے ہوئے ہوتے، جہاد کی مصلحتوں، صلح و جزئیہ کا معاہدہ، فقہی احکام، زہد کے متعلق جو باتیں بھی پیش آتی تھیں سب آنحضرت ﷺ سے دریافت کر لیتے۔ لیکن اچانک قطعاً ایک معجزہ کی شکل میں اسلام کے دائرہ اثر میں وسعت شروع ہوئی فتوحات کے سوا، وفود کا تانا باندا ہوا تھا، اسی بنیاد پر عہدِ نبوت میں یہ ضرورت پیش آگئی کہ وحی و نبوت کے ذریعے سے معلومات کا مجموعہ مسلمانوں کے سپرد کیا جا رہا ہے اس کے کلیات کو جزوی واقعات پر صحیح طریقہ سے منطبق کرنے اور جدید حوادث و نوازل، واقعات و حالات کے لیے انہی کی روشنی میں احکام پیدا کرنے کا کوئی نظم کیا جائے۔ جسی معلومات ہوں یا وحی و نبوت کی راہ میں حاصل ہونے والی معلومات، دونوں کے متعلق کچھ عقل سے کام لینے کی ضرورت تو ہر شخص کو پیش آتی ہے، لیکن ان معلومات کو پیش نظر رکھ کر باضابطہ کسی فن کا پیدا کرنا یہ ہر شخص کا کام نہیں ہو سکتا، جیسے ہر

شخص ان نتائج کو نہیں نکال سکتا جن تک حکماء اور آئمہ حکومت و سائنس کی نگاہیں پہنچی ہیں، تو وحی و نبوت کی معلومات کے نتائج و تفریعات تک ہر شخص کی نگاہ کیسے پہنچ سکتی ہے؟“<sup>①</sup>

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب فتوحات کی بہتات ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا اور واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت محسوس ہوئی تو نتیجتاً جمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا مثلاً اگر کوفہ کے شہریوں نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی تو وہ رفع الیدین عند افتتاح الصلوٰۃ کا تو قائل تھا پر اگر یہی شخص مکہ میں کسی کو نماز پڑھتا دیکھتا تو محسوس کرتا کہ رفع الیدین تو نماز کے بقیہ مواضع میں بھی ہے الغرض جس صحابی نے آنحضرت ﷺ سے جو سیکھا تھا انہوں نے بعد کی امت تک ویسا ہی عمل پہنچایا لیکن تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی فقہی معیار یکساں نہ تھا مثلاً عبادلہ اربعہ یعنی عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عباس، علی ابن ابی طالب اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی فقہی مراتب بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مایہ ناز تھے۔

دور نبوی ﷺ سے لے کر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین (بشمول احناف) تک کے زمانے کی فقہی تطور

پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

”ثم عظمت امصار المسلمين وذهبت الامية من العرب بممارسة الكتابة وتمكن الاستنباط وكمل الفقه واصبح صناعة وعلما فبدلوا باسم الفقهاء والعلماء من القراء وانقسم الفقه فيهم الى طريقتين طريقة اهل الرأى والقياس وهم اهل العراق وطريقة اهل الحديث وهم اهل الحجاز وكان الحديث قليلا في العراق فاستكثروا من القياس“

① تدوین فقہ و اصول فقہ، مناظر احناف، گیلانی، الصدف پبلشرز، کراچی طبع اول 1427ھ، ص

ومہروا فیہ فلذلک قیل اہل الرأء ومقدم جماعتہم الذی استقر مذہبہم فیہ وفی اصحابہ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ وامام اہل الحجاز مالک بن انس رحمہ اللہ والشافعی رحمہ اللہ من بعدہ ثم انکر القیاس طائفۃ من العلماء وابطلوا العمل بہ وہم الظاہریۃ وجعلوا المدارک کلہا منحصرۃ فی النصوص والاجماع وردوا القیاس السجلی والعلۃ المنصوصۃ الی النص الان النص علی العلة علی الحکم فی جمیع محالہا وكان امام هذا المذہب داود ابن علی وابنه واصحابہ۔<sup>①</sup>

ابن خلدون رحمہ اللہ کے مذکورہ بیان کا خلاصہ یہ ہوا کہ جوں جوں اسلامی سرحدات کا امتداد بڑھتا ہی نتیجتاً نئے مسائل کا حل درپیش ہوا۔ اسلامی علوم و معارف نے نئے رنگوں میں ڈھلنا اختیار کیا قرآن و حدیث کی تعلیمات کا صحیح معنی و مقصد معلوم کرنے کے لیے نئے فقہی تطورات سے گزرنا پڑا، کہیں اہل الرأء و القیاس تو کہیں پر اہل الحدیث (محدثین حضرات) جبکہ بعض نے تو قرآن و حدیث کے ظاہر پر ہی اکتفا کرتے ہوئے دینی تعلیمات کی ترویج کی۔ اہل الرأء و القیاس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، اہل الحدیث میں امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ جبکہ امام داود ظاہری اہل الظواہر میں مقتدا حیثیت کے حاملین رہے۔

فقہ حنفی کی تاریخ و تطوّر میں دورِ فاروقی میں اہل کوفہ وغیرہ کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بطور معلم کے منتخب ہونے کا بھی خاصہ دخل ہے اور اس بات کا بخوبی اندازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے نام اس والا نامہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے ملاحظہ ہو:

”انی قد بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا و عبداللہ بن مسعود

① مقدمة ابن خلدون لابن خلدون، عبدالرحمن بن خلدون (م 808ھ) ، دار العرب، الطبع،

معلما ووزیرا وانہما من النجباء من اصحاب رسول اللہ ﷺ  
 من اصحاب بدر وقد جعلت عبداللہ بن مسعود علی بیت  
 مالکم فتعلموا منہما واقتدوا بہما وقد اثرتکم بعبداللہ بن  
 مسعود علی نفسی۔<sup>①</sup>

”بلاشبہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تمہاری طرف امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ  
 کو وزیر اور معلم بنا کر بھیجا ہے اور یہ دونوں اصحاب بدر اور اصحاب رسول ﷺ  
 میں شریف ہیں نیز میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تمہارے بیت المال پر  
 مقرر کیا ہے پس ان دونوں سے (دین) سیکھو اور دونوں کی اقتداء کرو اور میں  
 نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے تمہارا اکرام کیا ہے۔“

لوگوں میں سے آپ (یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کے وہ شاگرد کے جنہوں نے کوفہ  
 میں آپ سے فقہ سیکھی اور آپ کے علم کے وارث بنے ان میں سب سے نمایاں علقمہ، حارث،  
 مسروق، ابو میسرہ، عبیدہ اور اسود رحمہم اللہ ہیں۔<sup>②</sup>

ا: آپ رحمہ اللہ ابو شبل یعنی علقمہ بن قیس بن عبد اللہ نخعی، کوفی اور تابعی ہیں آپ رسول  
 اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے آپ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت  
 اختیار کی اور ان سے علم حاصل کیا اور لوگوں میں سب سے زیادہ آپ ہی ان کے طرز  
 عمل سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ کی رحمہ اللہ وفات 61 اور 73 ہجری کے مابین میں ہوئی  
 - تہذیب التہذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج 4، ص 168-

ب: آپ رحمہ اللہ حارث بن قیس جعفی، کوفی، عابد اور فقیہ ہیں آپ نے علی اور ابن مسعود رضی  
 اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ کی رحمہ اللہ وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی

① ابن سعد، محمد، (م 230ھ)، الطبقات الکبریٰ، دارالاشاعت، کراچی، 2003ء، ج 6، ص 7-8

② الحافظ، الخطیب، البغدادی، ابو بکر، احمد بن علی، (م 463ھ)، تاریخ بغداد، ج 12، ص 299،

دار الکتب العربی، بیروت، لبنان، س ن۔

یعنی دو سال قبل۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی رحمہ اللہ، ج 4، ص 75، 76۔

ت: آپ ابو عائشہ یعنی مسروق بن اجدع (عبدالرحمن) بن مالک ہمدانی اور کوفی ہیں آپ نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ سے روایت کیا ہے آپ عالم بالفتویٰ اور مجتہد فی العبادت تھے آپ کی رحلت وفات 62 یا 63 ہجری میں ہوئی۔ تاریخ الکبیر للبخاری رحمہ اللہ، ج 8، ص 35، 36۔

ث: آپ رحمہ اللہ ابو میسرہ یعنی عمرو بن شریحیل ہمدانی اور کوفی ہیں آپ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے شاگردوں میں سے ہیں آپ نے علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے اور ان کے علاوہ سے بھی روایت کی ہے آپ کی رحلت وفات 63 ہجری میں ہوئی۔ تہذیب التہذیب لابن حجر رحمہ اللہ، ج 4، ص 331، 332۔

ج: آپ ابو عمرو یعنی عبیدہ بن عمرو (اور کہا جاتا ہے کہ ابن قیس) سلمانی، فقیہ مرادی اور کوفی ہیں فتح مکہ کے سال آپ ارض یمن میں مسلمان ہوئے جبکہ آپ کو صحبت نبوی ﷺ حاصل نہیں ہوئی۔ آپ فقہ میں ماہر اور حدیث میں ثابت تھے آپ کی رحلت وفات 72 ہجری میں ہوئی۔ طبقات ابن سعد رحمہ اللہ، ج 6، ص 93 تا 95۔

ح: آپ ابو عمرو یعنی اسود بن یزید بن قیس، نخعی، کوفی اور علقمہ رحمہ اللہ کے بھتیجے جبکہ ان سے بڑے ہیں آپ نیک، عابد اور فقیہ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا اکرام فرماتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اسود سے زیادہ عراق میں مجھے کوئی آدمی معزز نہیں ہے۔ آپ کی رحلت وفات 75 ہجری میں ہوئی۔ تاریخ الثقات للعجلی رحمہ اللہ، ص 67، 68۔ ان حضرات کے علاوہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی وارثوں میں حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے اجل شاگرد حضرت نخعی رحمہ اللہ کا نام انتہائی نمایاں ہے، جن کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ ”ما راینار جلا قط اشبه ہدیابعلقمۃ عن النخعی“<sup>①</sup> ہم نے نخعی رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو علقمہ رحمہ اللہ سے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔ جبکہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے علمی فیض کو بعد میں

① سیر اعلام النبلاء للذہبی، محمد بن احمد، (م 748ھ)، مؤسسة الرسالة، 1985ء، ج 4، ص 55

حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ میں منتقل کیا چنانچہ آپ کی ان کے بارے میں وصیت مشہور ہے کہ ”علیکم بحماد فانہ قد سالنی عن جمیع ما سالنی عنہ الناس“<sup>①</sup> یعنی (میرے بعد) تم لوگ حماد کو لازمی پکڑو (تاکہ ان سے دین سیکھو) کیونکہ اس نے بلاشبہ مجھ سے ان تمام مسائل کے بارے میں پوچھا ہے کہ جن کے بارے میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا۔ امام حماد رحمہ اللہ کے بعد آپ کی فقہی منصب کو جناب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سنبھالا۔ آپ کے وطن شہر کوفہ ہی میں علم فقہ نے نشوونما پائی۔<sup>②</sup> جبکہ شہر کوفہ اس وقت میں عظیم علمی مرکز تھا علم اور علماء کا ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر ایسا تھا کہ حدیث اور فقہ کے حلقوں کے لیے اسکی مساجد تنگ پڑ گئیں۔<sup>③</sup> چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ”ثم توج علی کرسیہ واجلس للفتیاء والتدریس مکانہ“<sup>④</sup> یعنی پھر آپ کو (یعنی ابوحنیفہ کو امام حماد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد) ان کی جگہ تدریس اور فتویٰ دینے کے لیے ان کی کرسی پر بٹھایا گیا۔ دراصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہیں سے فقہ حنفی کے اول مؤسس کی حیثیت سے ابھرے ہیں نیز آپ کے بعد آپ کے دو اکابر شاگردوں یعنی امام ابو یوسف بن ابراہیم رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے قواعد مدوّن فرمائے۔ دور عباسی میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ جب دولت اسلامیہ کے پہلے قاضی القضاة بنائے گئے تو یہ وہ سنہری دور تھا کہ جس میں فقہ حنفی نے خوب نش و نما پائی یہاں تک کہ سلطنت عثمانیہ تک بھی فقہ حنفی سے اثر لیے بغیر نہ رہ سکی۔ سلطنت کی تمام تر عدالتوں میں فقہ حنفی پر عمل ہوتا تھا نیز سرکاری طور سے بالخصوص جبکہ غیر سرکاری طور سے بالعموم فقہ حنفی پر ہی عمل کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ بعد میں عراق، مصر، شام، ترکی، متحدہ ہندوستان، افغانستان اور بلاد ماوراء النہر وغیرہ

① ایضاً، ج 5، ص 232

② نظر التاریخ فی حدوث المذاهب، احمد تیمور، ط، س، ن، ص 50

③ محاضرات فی تاریخ المذاهب، ابو زہرہ، مطبعہ المدنی، س، ن، ص 136

④ المذہب الحنفی، احمد بن نصیر الدین، ج 1، ص 86

میں فقہ حنفی ہی نے اپنے لیے مضبوط مقام حاصل کیا۔ اور تو اور آپ دنیا کے کسی بھی اسلامی نخلے کا نام لیں آپ کو وہاں کے مسلمانوں میں سے کوئی نہ کوئی حنفی مسلک کا پیرو ضرور ملے گا۔ فقہاء احناف نے جتنی پذیرائی حاصل کی ہے شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ غرض تصنیف ہو یا تالیف، فقہ ہو یا پھر اصول فقہ علماء احناف نے وہ کمالات دکھائے ہیں کہ دنیائے فقہ اس کی مثال سے قاصر ہے۔<sup>①</sup> امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کی فقہ کی تطویر اور ترویج میں زیادہ کردار جن ہستیوں کا رہا ان میں امام ابو یوسف اور امام محمد الشیبانی تو سر فہرست ہیں ہی جبکہ امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ کے اسماء بھی قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ امام اعظم رحمہ اللہ کے بقول ما لازمی احد مثل ما لازمی ابو یوسف<sup>②</sup> یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ جیسی ہم نشینی میرے ساتھ کسی نے اختیار نہیں کی نیز فرمایا: وهو اجمع اصحابی للعلم<sup>③</sup> یعنی وہ میرے ساتھیوں میں سب سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا ہے۔ آپ دوران درس ہی اپنے شیخ سے مسائل لکھتے تھے اور بعد میں ان پر پیش بھی فرماتے آپ موت تک ہی اپنے استاد سے استفادہ کرتے رہے۔ چونکہ آپ رحمہ اللہ اپنے استاد کی حیات مبارکہ میں ہی علمی مقام رکھتے تھے لہذا بحیثیت جانشین بعد میں آپ ہی نے فقہ حنفی کے لیے راہ نما اصول وضع کیے۔ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے آپ ہی سے آپ کی اور آپ کے شیخ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ سیکھی۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے تلامذہ نے آپ سے فقہ حنفی سیکھی جن میں درجہ ذیل قابل ذکر ہیں:

۱: حسین بن حفص الاصبہانی نے آپ سے فقہ سیکھی اور مذہب حنفی کو اصبہان منتقل کیا جبکہ آپ فتویٰ بھی حنفی فقہ پر دیتے تھے۔

① المذہب الحنفی، ج 1، ص 12-11

② ایضاً

③ ایضاً ج 1، ص 107، 106

ب: محمد بن خالد الحنظلی نے آپ سے پڑھا پھر اتر آباد میں سکونت پذیر ہوئے جبکہ وہاں فقہ حنفی ہی لوگوں کو سکھاتے؟<sup>①</sup> فقہ حنفی کے امتداد کا بڑا سبب خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قاضی القضاة ہونا بھی تھا کیونکہ دولت اسلامیہ میں جہاں کہیں بھی کسی فیصلہ کا صدور ہوتا وہ اکثر و بیشتر فقہ حنفی کی روشنی میں ہوتا اور کیونکہ سلطنت میں کسی بھی جگہ قاضی کی تعیناتی کا فیصلہ خود قاضی القضاة کے صلاح مشورے سے ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ آپ حنفی فقہ کے حامل ہی کو ترجیح دیتے تھے اور اس بارے میں مورخین کے نقوش گواہ ہیں

ملاحظہ ہو:

”تولی الامام ابو یوسف (رحمہ اللہ) منصب القضاء فی الدولة العباسیة ردحا غیر قصیر وظلّ فیہا کبیر القضاء حتی وفاته فکان الیہ تولیة القضاء من المشرق الی المغرب لا یعیّن قاض فی الدولة علی اتساع رقعتها الا بمشورته وموافقته فکان یستعمل من یشاء من اصحابہ الحنفیة مما ساعد علی نشر المذهب الحنفی وبسط نفوذه۔“<sup>②</sup>

”یعنی عباسیہ دورِ خلافت میں امام ابو یوسف کو منصبِ قضاء سونپی گئی اور آپ اپنی وفات تک قاضی القضاة رہے گویا کہ مشرق سے مغرب تک کی قضاة آپ کو سونپی گئی تھی سلطنت میں کسی قاضی کا تعین صرف آپ ہی کی رائے اور موافقت سے ہوتا تھا چنانچہ آپ اپنے ان حنفی (علماء) ساتھیوں میں سے جس کو چاہتے استعمال فرماتے جو مذہب حنفی کا نشر و نفاذ کرتے تھے۔“

جیسا کہ پہلے بھی واضح ہو چکا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے شیخ ہی کی مجلس میں ان سے اصول و ضوابط تحریر کرتے اور بعد میں اپنی تحریر ان پر تفتیش کے لیے پیش بھی فرماتے چنانچہ

① ایضاً، ج: 1، ص: 106، 107

② محاضرات فی تاریخ المذاهب، ص 173



مناقب ابی حنیفہ میں آتا ہے:

”کان الامام ابو یوسف رحمہ اللہ یصنّف المسائل فی مجلس

درس الامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ“<sup>①</sup>

”امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس درس میں مسائل تصنیف فرماتے

تھے۔“

نیز محمود مطلوب اپنی کتاب ”ابو یوسف حیاتہ و آثارہ“ میں لکھتے ہیں:

”وکان بمثابة النواة الاولى لما قام به فيما بعد من تالیف عدد

من كتب قيمة ضمّنها الشيء الكثير من آرائه وآراء شيخه

وصل الينا منها ”كتاب الآثار“ و ”اختلاف ابی حنیفہ و ابن

ابی لیلی“ و ”الخراج“ و ”الرد علی سیر الاوزاعی“.....“<sup>②</sup>

”آپ کے شروع تصانیف کی ثبات کی دلیل یہی ہے کہ بعد میں آپ نے کئی

بیش قیمتی تالیفات تحریر کی جو کہ آپ کی اور آپ کے شیخ کی آراء کو شامل ہیں

چنانچہ ان کتب میں سے ہم تک کتاب الآثار، اختلاف ابی حنیفہ و

ابن ابی لیلی، کتاب الخراج اور الرد علی سیر الاوزاعی وغیرہ

پہنچی ہیں۔ (ملخص الكلام)“

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح امام محمد رحمہ اللہ نے بھی فقہ حنفی کی خوب خدمت کی ہے اور

یہی وجہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیفات و تالیفات نے فقہ حنفی کو جو جلا بخشی ہے قابل رشک

ہے چنانچہ آپ کے بارے میں مؤرخین کی رائے ہے:

”من اهم الاعمال التي نهض بها الامام محمد بن الحسن رحمہ اللہ

① مناقب الامام، الکردری، محمد بن محمد بن شہاب، (م 827ھ) ، مکتبہ

الاسلامیہ، کوئٹہ، 1407ھ، ج 1، ص 57

② ابو یوسف حیاتہ و آثارہ لمحمود مطلوب، ص 103 - 115

انہ قام بروایة فقه شیخیه ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہما اللہ و اضاف الیہ فروعا كثيرة أخرى ثم دونها فی مؤلفاته القيمة التي عرفت فی المذهب الحنفی بكتب ظاهر الروایة الما جمع الصغير والجامع الكبير والزیادات والسير الصغير والسير الكبير والمبسوط (الاصل) وهي عمدة المذهب الحنفی ویدور فی فلكها ما جاء بعدها من مؤلفات المذهب۔<sup>①</sup>

”امام محمد رحمہ اللہ کے اہم کارناموں میں سے یہ ہے کہ آپ نے اپنے دونوں مشائخ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کی فقہی روایات کو جمع کیا اور ان کے ساتھ اور کئی فروعات کا اضافہ بھی فرمایا پھر ان کو اپنی وقیع مؤلفات میں مدون کیا جو کہ حنفی مذہب میں ظاہر الروایة کے نام سے معروف ہیں یعنی جامع الصغير، جامع الكبير، زیادات، سیر الصغير، سیر الكبير اور مبسوط (یعنی اصل) جبکہ وہ مذہب حنفی کی بہترین (کتاب) ہے اور فقہ حنفی کی مابعدہ تقریباً تمام تر تالیفات اسی کشتی میں گردش کرتی ہیں۔“

اپنے مشائخ کی طرح آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ بھی کافی مشہور ائمہ الاحناف میں سے گذرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے موطن میں حنفی مذہب کی خوب نشر و اشاعت کی ان میں موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی، ہشام بن عبید اللہ الرازی، معلیٰ بن منصور الرازی، ابو حفص الكبير احمد بن حفص البخاری، علی بن معبد الرقی، عیسیٰ بن ابان، محمد بن سماعۃ التمیمی وغیرہ نامور ہستیاں شامل ہیں۔<sup>②</sup>

① ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ لابی زہرہ، ص 183، 184

② المذهب الحنفی، ج 1، ص 37-38

1۔ آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب ہے، قبیلہ بنو سعد سے ہیں۔ آپ کی سن پیدائش 113ھ ہے، جائے ولادت شہر کوفہ ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ، ہشام بن عروہ رحمہ اللہ اور اعمش رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں، آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ، بشر بن سعید

بقول شاعر:

الفقہ زرعُ ابن مسعود، وعلقمة  
حصّاده، ثمّ ابراهيم دوّاس  
نعمان طاحنه، يعقوب عاجنه  
محمد خابز، والاکل الناس

۱۔ ابو الولید رحمہ، ابن سمانہ رحمہ، یحییٰ بن معین رحمہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ رحمہ اسلامی سلطنت کے قاضی القضاة بھی رہے ہیں۔ آپ 89 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ چنانچہ اس اعتبار سے آپ کی سن وفات 202ھ ہوئی بناء بر اختلاف، جبکہ ایک قول 189ھ کا بھی منقول ہے۔ (الحافظ، الذہبی، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد بن عثمان، (م 784)، مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبہ، ص 62-57، بیروت، لبنان، 1419ھ)

2۔ آپ کا نام محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی ہے۔ آپ کی سن پیدائش 132ھ ہے، جائے پیدائش واسط ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ سے آپ رحمہ نے کچھ حصہ علم پایا ہے بعد میں آپ نے امام ابو یوسف رحمہ کیساتھ تلمذ اختیار کیا حتیٰ کہ علم فقہ میں کمال حاصل کیا۔ مسعر بن کدام رحمہ، مالک بن مغول رحمہ، سفیان ثوری رحمہ اور مالک بن انس رحمہ وغیرہ بھی آپ رحمہ کے مشائخ میں شامل ہیں۔ آپ رحمہ کے شاگردوں میں امام شافعی رحمہ، ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ، ہشام بن عبید اللہ الرازی رحمہ اور یحییٰ بن معین رحمہ وغیرہ شامل ہیں، آپ رحمہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں قاضی رہے ہیں۔ آپ کی سن وفات 189ھ ہے۔ (الحافظ، الذہبی، ابو عبد اللہ، محمد بن احمد بن عثمان، (م 784)، مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبہ، ص 95-79، بیروت، لبنان، 1419ھ)

3۔ آپ کا نام زفر بن ہذیل بن قیس العبزی ہے۔ آپ رحمہ کی سن پیدائش 110ھ ہے۔ آپ کے مشائخ میں سے امام ابو حنیفہ رحمہ، سلیمان بن مہران رحمہ، یحییٰ بن سعید رحمہ اور محمد بن اسحاق رحمہ وغیرہ شامل ہیں، جبکہ شاگردوں میں عبد اللہ بن المبارک رحمہ، محمد بن الحسن رحمہ، وکیع بن الجراح رحمہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ کی سن وفات 158ھ ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج 6، ص 387-388)

4۔ آپ رحمہ کا نام ابو علی حسن بن زیاد الانصاری اللؤلؤی ہے۔ سن پیدائش نامعلوم ہے ہاں اتنا نقل ہے کہ آپ کوئی ہیں اور بعد میں بغداد میں رہنے لگے۔ آپ کے اساتذہ میں سے امام ابو حنیفہ رحمہ، ابن جریج رحمہ، امام ابو یوسف رحمہ، امام زفر اور امام محمد رحمہ وغیرہ شامل ہیں۔ محمد بن شجاع الشلجی، محمد بن ساعد، عمر بن مہیر اور حسن بن ابی مالک آپ رحمہ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ کی سن وفات 204ھ ہے۔ (طبقات الفقہاء للشیرازی، ص 115)

”علم فقہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا جس کو علقمہ رحمہ اللہ نے کاٹا پھر ابراہیم رحمہ اللہ نے اس کی صفائی کی (یعنی چھانٹا)، نعمان (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے اس کو پیسا، یعقوب رحمہ اللہ (امام ابو یوسف رحمہ اللہ) نے اس کو گوندا اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے روٹی پکائی جبکہ لوگ اس میں سے کھا رہے ہیں۔“<sup>①</sup>



① الدر المختار، حصکفی، ج 1، ص 8۔

## فصل دوم

## امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

## نام و نسب

آپ کا نام نعمان، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام ثابت ہے۔ مؤرخ ابن خلکان آپ کا سلسلہ نسب یوں لکھتے ہیں:

”ابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ۔“<sup>①</sup>

جب کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے پوتے اسماعیل بن حماد نے آپ کا سلسلہ نسب یوں بتایا ہے:

”نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان۔“<sup>②</sup>

دراصل دونوں ہی درست ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ابن خلکان نے جس شخص کو زوطی لکھا ہے اسماعیل نے اسے نعمان کہا ہے۔ یہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں، کیونکہ جو شخص مسلمان ہونے سے پہلے زوطی ہے، وہی مسلمان ہونے کے بعد نعمان ہے اسی طرح جس شخص کا نام ماہ ہے، وہی مرزبان ہے۔ اس نسب نامے سے یہ معلوم ہوا کہ آپ عجمی النسل تھے۔<sup>③</sup> ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”مرزبان کے معنی الرئیس من ابناء الفارس الاحرار“ کے ہیں۔ یعنی آزاد فارسی نژاد رئیس۔ نیز فارس سے مراد خاص شہر نہیں ہے، بلکہ عجمی قوم ہے، جن کو فارسی کہتے ہیں اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دادا فارسی ہی تھے اور یہی اکثر کا قول ہے۔<sup>④</sup> آپ کو قبیلہ تیم سے ولاء کی وجہ سے تیمی کہا جاتا ہے۔ اس لیے

① وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان لابن خلکان، احمد بن محمد بن ابی بکر، (م 681ھ)، منشورات الرضی، ج 5، ص 405 ② ایضاً

③ سیرة النعمان، شبلی نعمانی، مطبع مفید عام آگرہ، انڈیا، 1892م، طبع دوم، ص 18-16

④ الخیرات الحسان، احمد بن حجر، الہیثمی، (م 973ھ)، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

پاکستان، 1414ھ، ص 41

امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے کہ آپ رحمہ اللہ کا خاندان غلامی میں تھا، لیکن خطیب نے آپ کے پوتے کا درجہ ذیل بیان لکھا ہے جس سے اس غلط فہمی کی تردید ہوتی ہے، جو آپ کے دادا کے بارے میں پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام تھے، چنانچہ اسماعیل کہتے ہیں: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ابناء فارس سے ہوں اور ہم آزاد ہیں، واللہ ہم پر غلامی کا دور کبھی نہیں آیا ہے۔<sup>①</sup>

ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ابن راشد الانصاری کے نسخہ میں ہے کہ اصحاب مناقب کی ایک جماعت نے اس چیز کو ترجیح دی ہے کہ جو ان کے پوتوں سے مروی ہے، کیونکہ وہی اپنے دادا کے نسب کا زیادہ جاننے والے ہیں۔<sup>②</sup>

تاریخ و مقام ولادت

ابن خلکان نے اسماعیل بن حماد کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”ولد جدی سنة ثمانین“<sup>③</sup>

”میرے دادا 80ھ میں پیدا ہوئے۔“

ابن حجر مکی رحمہ اللہ بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”والاکثرون علی أنه ولد سنة ثمانین بالكوفة۔“<sup>④</sup>

”اکثر (مورخین) کے مطابق آپ سن 80ھ کو شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔“

اسی کی تائید میں محمد علی کاندھلوی لکھتے ہیں:

”امام اعظم کی ولادت 80ھ بمطابق 699ء بمقام کوفہ ہوئی۔“<sup>⑤</sup>

① تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 326

② الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 69

③ وفيات الاعیان، ابن خلکان، ج 5، ص 405

④ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 43

⑤ امام اعظم اور علم الحدیث، محمد علی صدیقی کاندھلوی، (م 1992)، انجمن دارالعلوم

الشہابیہ، سیالکوٹ، پاکستان، 1981ء، ص 131

بشارتِ نبوی ﷺ اور امام صاحب رحمۃ اللہ

فارس اور اہل فارس کے بارے میں امام ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ (سورہ جمعہ: ۳)

تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ یہ دوسرے (آخرین) کون ہیں؟ جو ہم سے ابھی تک نہیں ملے ہیں، حضور ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی، سائل نے دوبارہ اور سہ بارہ پھر پوچھا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر دست اقدس رکھ دیا اور فرمایا:

((والذی نفسی بیدہ لو کان الایمان بالثریا لتناولہ رجال من

ہؤلاء...))<sup>①</sup>

”اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو بھی ان کی نسل سے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔“

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بشارتِ نبوی ﷺ کا حقیقی مصداق کون ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”فہذا اصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارة بابی حنیفة وفی

الفضیلة التامة له“<sup>②</sup>

”یہ اصل صحیح ہے، کہ جس پر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بشارت اور ان کی

① ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، (م 279)، جامع ترمذی، فرید بک سنٹال، لاہور، طبع دوم

1422/ہ 2001م، ابواب تفسیر القرآن، باب تفسیر سورہ الجمعة، حدیث 3625

② تبیض الصحیفة، عبدالرحمن، جلال الدین سیوطی، (م 911)، ادارہ القرآن و العلوم الاسلامیة

، کراچی، (س ن)، ص 20

کامل فضیلت کے ثبوت کے لیے اعتماد کیا جاتا ہے۔“

امام صاحب رحمہ اللہ اور شرفِ تابعیت

امام اعظم رحمہ اللہ تابعی ہیں یا نہیں؟ محدثین اور منصف مورخین اسلام کی نامور تصنیفات و تالیفات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ نہ صرف محدث و فقیہ ہیں بلکہ شرفِ تابعیت بھی آپ کو حاصل ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے یا نہیں؟ لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ روایت نہیں کی تو کیا تابعیت کے لیے روایت کرنا ضروری ہے؟ یہ بات تجزیہ و تحقیق طلب ہے۔ ذیل میں اہل علم کے دلائل سے اس کا ایک جائزہ لیا جاتا ہے:

1- محمد بن سعد رحمہ اللہ نے انہیں تابعین کے طبقہ پنجم میں شمار کیا ہے۔<sup>①</sup>

2- ابن ندیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”کان من التابعین لقی عدة من الصحابة رضی اللہ عنہم۔“<sup>②</sup>

”آپ تابعین میں سے تھے آپ کی ملاقات کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوئی۔“

3- خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ابو حنیفہ رای انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔“<sup>③</sup>

”ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔“

4- حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”انه (ابو حنیفہ) رای انس بن مالک لما قدم علیہم الکوفة۔“<sup>④</sup>

① الطبقات الكبرى لابن سعد، ج 4، ص 233

② الفهرست، محمد بن اسحاق الندیم، ابن ندیم، (م 377ھ)، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س ن، ص 255

③ تاریخ بغداد، ج 13، ص 324

④ مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبہ ابی یوسف و محمد بن الحسن، محمد بن احمد، ذہبی

، (م 748ھ)، دار الكتاب العربی، مصر، س ن، ص 7



”بیشک ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو (اس وقت) دیکھا کہ جب وہ شہر کوفہ میں تشریف لائے تھے۔“

5- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فہو من اعیان التابعین الذین شملہم قوله تعالیٰ ﴿والذین اتبعوہم باحسان.....﴾ الایة“<sup>①</sup>

”پس وہ (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) ایسے کبار تابعین میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ﴿والذین اتبعوہم باحسان....﴾ الایة وارد ہوا ہے۔“

6- شیخ الاسلام ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ابا حنیفہ ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة فہو من طبقة التابعین .“<sup>②</sup>

”ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس جماعت کو پایا ہے جو کہ کوفہ میں تھے پس وہ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں۔“

7- احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ومن التابعین الحسن البصری والشعبی وبن المسیب وعطاء و ابو حنیفہ۔“<sup>③</sup>

”حسن بصری، شعبی، ابن مسیب، عطاء اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعین میں سے ہیں۔“

امام اعظم رحمہ اللہ کی تابعیت کے متعلق چند اقوال پیش کیے گئے ہیں ورنہ تو لاتعداد علماء و

محدثین نے آپ کی تابعیت کی شہادت دی ہے، تمام تصریحات کا احاطہ نہایت مشکل ہے لیکن

① الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 48

② عقود الجمان، محمد بن یوسف، یوسف صالح، الدمشقی، (م 942ھ)، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد

کراچی، 1394ھ/1974م، ص 50

③ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، احمد بن محمد، قسطلانی، (م 923ھ)، دار الکتب

العربی، بیروت، س ن، ج 1، ص 390

اہل بصیرت کے لیے مندرجہ بالا ممتاز شخصیات کی شہادتیں ہی کافی ہیں، لہذا آپ کی تابعیت کا انکار کسی ذی فہم سے متصور نہیں۔ یہاں تک تو امام صاحب رحمہ اللہ کی تابعیت پر روایتاً نافع بحث ہوئی، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اہل علم نے آپ کی تابعیت کو درایتاً بھی ثابت کیا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ واقع میں یہ بات عقل سے بہت بعید ہے کہ امام رحمہ اللہ کے زمانے میں اصحاب رسول ﷺ موجود ہوں، اور آپ ان کی ملاقات کا قصد نہ کریں، حالانکہ اصحاب رضی اللہ عنہم کا موجود ہونا اور امام رحمہ اللہ کا ان شہروں میں جانا جہاں اصحاب رضی اللہ عنہم تھے ثابت ہے، اور امام رحمہ اللہ کی زندگی سے بیس سال کی مدت اصحاب رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں گزری، کیونکہ سو برس کے آخر تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود ثابت ہے، پس اصحاب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول حق ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔“<sup>①</sup>

نیز علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

”ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں 80ھ میں پیدا ہوا اور 96ھ میں اپنے والد کے ہمراہ حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھی، پس جب میں مسجد الحرام میں داخل ہوا تو میں نے وہاں بہت بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ کس کا حلقہ ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ رسول ﷺ عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ میں نے کہا مجھے بھی ان کے پاس لے چلیے تاکہ ان سے حدیث سن لوں۔ پس میں ان کے قریب پہنچا تو وہ یہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس کسی نے دین میں تفقہ حاصل کر لیا، تو اللہ تعالیٰ اسے رزق کی فکر سے اس طرح آزاد کر دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔“<sup>②</sup>

① شرح سفر السعادة شاہ عبد الحق دہلوی، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھریپاکستان، 1398ھ / 1978م، ص 20

② جامع المسانید، محمد بن محمود، الخوارزمی، (م 665ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص

پس ان درجہ بالا دلائل سے عقلی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے دور میں موجود متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملے ہیں اور آپ زمرہ تابعین سے ہیں۔

امام صاحب رحمہ اللہ اور آپ کی علمی زندگی

قرآن حکیم کی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ ان عصری فنون کی طرف پہلے متوجہ ہوئے، جو اس دور میں مروج تھے، اس سلسلے میں امام صاحب رحمہ اللہ کا ایک قول موفق کی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انی لما اردت تعلم العلم جعلت العلوم کلها نصب عینی

فقرات فنا فنا منها وتفكرت عاقبته وموقع نفعه“<sup>①</sup>

”جب میں نے علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا، تو میں نے تمام علوم و فنون کو سامنے

رکھا اور پھر ان میں سے ایک ایک فن کو پڑھا، پھر ہر فن کے انجام اور اس کے نفع

پر خوب غور کیا۔“

چنانچہ اس قول سے تو اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے

علم الفقہ حاصل کرنے سے پہلے علم الادب، علم الشعر والقافیہ، علم

القرآۃ، علم النحو وغیرہ میں سے ہر ایک فن کو باقاعدہ پڑھ لیا تھا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کا علم الکلام سے لگاؤ اور پھر اس کا ترک کر دینا:

ابتدائی اور ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے، ایک دن

اسی سلسلہ میں بازار کی طرف جارہے تھے کہ راستہ میں مشہور محدث امام شععی رحمہ اللہ سے ملاقات

ہوگئی، انہوں نے آپ رحمہ اللہ کے چہرہ پر ذہانت اور سعادت کے آثار دیکھے تو آپ کو بلایا اور

پوچھا بر خوردار! کہاں جارہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ بازار جا رہا ہوں۔ امام شععی رحمہ اللہ

نے پوچھا کیا تم علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے؟ عرض کیا نہیں۔ امام شععی رحمہ اللہ نے کہا:

① ناقد الامام الاعظم ابی حنیفۃ رحمہ اللہ، موفق بن احمد، المکی (م 578ھ)، مکتبہ اسلامیہ، میزاں

مارکیت، کورنٹھ، 1407ھ، ج 1، ص 57

”لا تغفل وعلیک بالنظر فی العلم ومجالسة العلماء فانی اری  
فیک یقظة وحركة“ ❶

”علم اور مجالس علماء کو لازم پکڑو کیونکہ میں تم میں حرکت و بیداری کے آثار دیکھتا  
ہوں۔“

امام شعبی سے اس ملاقات کا اثر بایں طور ظاہر ہوا کہ امام صاحب رحمہ اللہ میں علوم دینیہ  
کے حصول کا شوق علی وجہ الکمال پیدا ہو گیا اور سب سے پہلے آپ نے علم الکلام حاصل کرنا  
شروع کیا اور اس درجہ کی مہارت حاصل کی کہ آپ خود فرماتے ہیں:

”كنت انظر فی الکلام حتی بلغت فیہ مبلغا یشار الی فیہ  
بالاصابع“ ❷

”میں نے علم الکلام میں وہ اونچا مقام حاصل کیا کہ میری طرف لوگ انگلیوں  
سے اشارہ کرتے (یہ کنایہ ہے کسی کا ماہر بن ہونے سے)۔“  
پہلے فرماتے ہیں:

”اس زمانے میں میری مڈ بھینٹ خارجی فرقوں سے ہوئی، جہمیہ اور قدریہ فرقوں  
سے مناظرے کیے اور اسی بناء پر میں علم کلام کو افضل ترین علم سمجھتا اور اسے ہی  
دین کی نگرانی کی بنیاد کہتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے زیادہ دین جاننے والا کون ہو سکتا تھا، اس  
کے باوجود انہوں نے ذات باری اور اس کی صفات کے باریک مسائل اور جبر  
اور قدر کی معرکہ الآراء بحثوں میں کبھی حصہ نہیں لیا، جبکہ اس کے برعکس شرعی اور  
فقہی مسائل میں ان کی التفات اور مشغولیت زیادہ تھی، اور اگر کلامی مسائل میں  
غور و خوض کرنا کوئی قابل ذکر اور بڑی خوبی کی حامل شے ہوتی، تو یہ نفوس قدسیہ  
اس موضوع کو بالکل نہ چھوڑتے چنانچہ اس خیال کے ساتھ ہی آپ کی توجہ اس

موضوع سے ہٹنے لگی۔“<sup>①</sup>

امام صاحب رحمہ اللہ کا حصول علم فقہ اور اس کے محرکات

آپ کا علم فقہ کے حصول بارے اہل علم نے کئی محرکات کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہ میں مشغولیت کا ایک سبب یہ بنا کہ آپ رحمہ اللہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ آپ حضور ﷺ کی قبر انور کو کھود رہے ہیں، چنانچہ خوابوں کی تعبیر کے جلیل القدر عالم محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے اس خواب کی تعبیر یوں بیان کی کہ آپ حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سنن سے ایسے دقیق مسائل کا استخراج و استنباط کریں گے اور ایسے امور کی عقدہ کشائی کریں گے کہ جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی۔ اس خواب کی عملی تعبیر یوں سامنے آئی کہ آپ نے سارے عالم اسلام کو احادیث نبوی علی صاحبہا الصلاة والسلام سے آگاہ کیا اور ایسے مسائل بیان کیے کہ جن سے عقل حیران ہوئی۔“<sup>②</sup>

نیز ایک اہم سبب جو کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی علم فقہ کی مشغولیت کا سبب بنا وہ دراصل ایک عورت کا آپ رحمہ اللہ سے ایک شرعی مسئلے بارے سوال کرنا تھا چنانچہ واقعہ یوں ہوا:

”ایک دن ایک عورت نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ جو آدمی اپنی بیوی کو طلاق سنت دینا چاہے تو وہ کس طرح طلاق دے گا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا حماد رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھنا اور جو کچھ وہ جواب دیں، وہ مجھے بتا دینا۔ چنانچہ امام حماد رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا کہ وہ شخص عورت کو اس طہر میں طلاق دے، جس میں اس سے جماع نہ کیا ہو اور پھر اس کو چھوڑ دے اور جب وہ عورت تیسرے حیض

① ایضا، ج 1، ص 60

② مناقب الامام للذہبی، ص 22

کے گزرنے پر غسل کرے گی، تو نکاح کے لیے آزاد ہوگی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ نے

جب یہ جواب سنا تو فوراً حماد رحمۃ اللہ کا حلقہ درس اپنانے کا فیصلہ فرمایا۔<sup>①</sup>

اسی طرح ابن حجر مکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

”حضرت حماد رحمۃ اللہ کے درس میں آپ رحمۃ اللہ کو نمایاں جگہ ملتی اور بہت جلد آپ اپنے استاد محترم کی آنکھ کا تارہ بن گئے، کچھ عرصہ بعد آپ کو خیال آیا کہ اپنا الگ حلقہ درس قائم کر لیں، اسی اثناء میں ایک رات آپ اپنے استاد حماد رحمۃ اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک انہیں اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال کی خبر پہنچی چنانچہ حماد رحمۃ اللہ فوراً سفر پر روانہ ہو گئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ چنانچہ حماد رحمۃ اللہ کی غیر موجودگی میں آپ نے ساٹھ ایسے مسائل پر فتوے دیئے، جن کے متعلق آپ نے اپنے استاد سے نہ سنا تھا جب حماد رحمۃ اللہ واپس آئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ نے وہ فتوے انہیں دکھائے تو انہوں نے چالیس مسائل سے اتفاق کیا اور بیس میں اصلاح فرمائی، اس وقت امام صاحب رحمۃ اللہ نے قسم کھائی کہ جب تک زندگی ہے، امام حماد رحمۃ اللہ کی مجلس کو نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا۔“<sup>②</sup>

نیز محمد علی کاندھلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

”علم الشرائع کے لیے چونکہ علم حدیث ناگزیر تھا، اس لیے آپ نے 98ھ سے

104ھ تک علم حدیث میں بھی کمال حاصل کیا۔“<sup>③</sup>

امام صاحب رحمۃ اللہ اور علم حدیث

حق تعالیٰ شانہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ کو جہاں علم فقہ میں مہارت عطاء فرمائی تو اسی

① مناقب الامام لموفق مکی، ج 1، ص 55

② الخیرات الحسان لابن حجر المکی، الفصل التاسع، ص 63، 64

③ امام اعظم اور علم الحدیث، محمد علی کاندھلوی، ص 168

کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی بہت بلند مقام سے نوازا۔ محنت و جانفشانی کا یہ عالم تھا کہ بہت جلد اپنے ہم درس ساتھیوں سے بہت آگے نکل گئے۔

چنانچہ ذہبی رحمہ اللہ نے اسی سلسلہ میں مسعر بن کدام رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

”مسعر بن کدام کوفہ میں طلب علمی کے زمانہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کے ہم درس رہے ہیں۔“

لہذا وہ (مسعر بن کدام) کہتے ہیں:

”میں امام اعظم رحمہ اللہ کا رفیق درس تھا، جب وہ علم حدیث کے طالب علم بنے، تو اتنی محنت کی کہ حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے اور یہی حال زہد و تقویٰ میں ہوا، اور فقہ کا معاملہ تو آپ سب کے سامنے ہے۔“<sup>1</sup>

مسعر بن کدام کا امام صاحب رحمہ اللہ کو ان الفاظ سے یاد کرنا اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو علم حدیث میں من جانب اللہ خاصہ وافر حصہ عطاء کیا گیا تھا جبکہ خود امام مسعر رحمہ اللہ اپنے وقت کے چوٹی کے محدث تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ہم نے ان کے اتقان کی بنا پر ان کا نام ہی مصحف رکھا ہوا تھا۔“<sup>2</sup>

چنانچہ جب علم حدیث کا ترازو اور میزان یہ کہہ دے کہ وہ یعنی امام صاحب رحمہ اللہ علم حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے، تو پھر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی علم حدیث میں کیا شان تھی، نیز اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ سرزمین کوفہ پر اس وقت جس قدر علم پھیلا ہوا تھا، امام اعظم رحمہ اللہ نے وہ سرار اسمیٹ لیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ کئی نامور علماء و محدثین آپ کے علم و عمل کے گرویدہ تھے۔ ذیل میں چند اقوال ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔ یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

<sup>1</sup> مناقب الامام للذہبی، ص 27

<sup>2</sup> تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ج 1، ص 179

”انہ واللہ اعلم هذه الامة بما جاء عن الله ورسوله ﷺ۔“<sup>①</sup>  
 ”بخدا امام صاحب رحمہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آئے  
 ہوئے دین کو اس امت میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔“

2۔ مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”کان ابوحنيفة زاهدا وراغباً في الاخرة عالماً صدوق  
 اللسان ﷺ احفظ اهل زمانه۔“<sup>②</sup>

”ابوحنیفہ رحمہ اللہ دنیا میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب، زبان کے سچے اور  
 اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ (حدیث) تھے۔“

3۔ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

”احذر ان تتوهم من ذلك ان ابا حنيفة لم يكن له خبرة تامة  
 بغير الفقه حاشا وكلا كان في العلوم الشرعية من التفسير  
 والحديث والآلة من العلوم الادبية والمقاييس الحكمية بحر  
 لا يجارى، وامام لا يمارى، وقول بعض اعدائه فيه خلاف  
 ذلك منشؤه الحسد۔“<sup>③</sup>

”کسی کے ذہن میں یہ خیال نہ آئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو علم فقہ کے علاوہ  
 دیگر علوم پر دسترس حاصل نہ تھی، ہرگز نہیں۔ آپ علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علم  
 ادب و حکمت میں بحر ناپید کنار تھے اور ان میں سے ہر فن کے ماہر تھے، بعض  
 دشمنوں کا اس کے خلاف کہنا محض ان سے بوجہ حسد ہے۔“

① ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه، عبد الرشيد، نعماني، قديمي كتب خانة، كراچي، ص

ن، ج 1، مقدمه، ص 32

② مناقب الامام، الذهبي، ص 19

③ الخيرات الحسان، ابن حجر مكي، ص 64



امام اعظم رحمہ اللہ کے نامور شاگرد مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ (م 215ھ) امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور صحیح بخاری میں بائیس/22 ثلاثیات میں سے گیارہ/11 ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہیں اور نو/9 ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ سے۔ گویا امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ بیس/20 ثلاثیات درج کرنے کا شرف امام اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ کے باعث ملا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کتب صحاح کے اسانید میں بھی اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر آپ سے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا اور آپ سے بکثرت احادیث روایت کیں۔ آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ کی صحبت سے بارہ/12 سال سے زائد استفادہ کیا۔<sup>①</sup>

4۔ ابن البرز از الکردری لکھتے ہیں:

”عبد اللہ بن یزید المقرء المکی سمع من الامام تسعمائة  
حدیث۔“<sup>②</sup>

”امام ابو عبد الرحمن المقرء رحمہ اللہ (م 213ھ) نے امام صاحب رحمہ اللہ سے نو سو  
احادیث سماعت کیں۔“

5۔ خطیب بغدادی (م 463ھ) نے روایت نقل کی ہے:

”ابو عبد الرحمن المقرء جب ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے تو کہتے:

”قال حدثنا شاهنشاه“<sup>③</sup>..... ”ہم سے شاہنشاہ نے بیان کیا۔“

6۔ علامہ ابن حجر المکی رحمہ اللہ ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آئمہ تابعین وغیرہ میں سے چار ہزار شیوخ سے علم

① مناقب الامام، موفق مکی، ج 1، ص 64

② مناقب الامام، محمد بن محمد بن شہاب، الکردری، (م 827ھ)، مکتبہ الاسلامیہ، کوئٹہ،  
1407ھ، ج 2، ص 219

③ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 345

حاصل کیا، اسی لیے امام ذہبی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے آپ کا شمار حفاظ محدثین کے طبقے میں کیا ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ آپ نے حدیث کو کم اہمیت دی، یہ اس کی غفلت ہے یا پھر حسد ہے۔ یہ بات اس شخص کے متعلق کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے، جس نے حدیث سے بے شمار مسائل اخذ کیے ہوں۔“<sup>①</sup>

7- محقق سلطان احمد لکھتے ہیں:

”دلائل شرعیہ سے مخصوص طریقہ کے مطابق استنباط کرنے والے آپ پہلے شخص ہیں۔ جس کا ذکر آپ کے اصحاب کی کتب میں ہے، چونکہ آپ اس اہم کام میں مشغول رہے، اس لیے آپ کی حدیثیں لوگوں میں نہ پھیل سکیں، جس طرح سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جب مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہوئے تو ان سے روایت حدیث ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ ان کے سوا دوسرے کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوئی۔ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی فقہ میں مشغولیت کے باعث اس قدر احادیث ظاہر نہ ہوئیں، جیسا کہ ابو زرعہ وابن معین وغیرہ سے ظاہر ہوئیں، جو کہ محض روایت حدیث کی طرف متوجہ رہے۔ علاوہ ازیں کثرت روایات بغیر درایت کے کچھ خوبی کی بات نہیں بلکہ حافظ ابن عبد البر نے تو اس کی مذمت میں ایک مستقل باب لکھا ہے اور کہا ہے کہ فقہاء و علماء کا مذہب یہ ہے کہ بغیر تفقہ کے کثرت سے روایت کرنا اچھا نہیں اور محدثین کے نزدیک کم روایت بھی تفقہ ہے۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے مطابق قابل اعتماد چیز حدیث و اثر ہے اور صرف وہ رائے قبول کرو جو حدیث کی تفسیر کرے۔“<sup>②</sup>

8- امام اسرائیل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت اچھے بزرگ تھے، انہیں ہر ایسی حدیث جس سے کوئی فقہی

① الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 141، 142

② سلطان احمد، امام اعظم بحیثیت محدث اعظم (ایم فل مقالہ) شعبۂ اسلامیات، دی اسلامیہ

یونیورسٹی بہاولپور، غیر مطبوعہ، 2006م، ص 61، 62

مسئلہ اخذ ہو سکتا تھا خوب اچھی طرح یاد تھی، وہ ایسی حدیثوں کو بہت تلاش کرتے تھے اور حدیث میں فقہی مسائل کو بہت زیادہ جاننے والے تھے۔<sup>①</sup>

9۔ امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام زفر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ امام صاحب کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے اور مشکل مسائل دریافت کرتے تھے، کئی بار ان احادیث کے بارے میں سوال کرتے، جن کے متعلق انہیں کوئی مشکل پیش آتی۔“<sup>②</sup>

10۔ عبدالحق لکنوی کہتے ہیں:

”بعض حاسدین و معاندین نے غلط فہمی یا تعصب کی بنا پر امام صاحب رحمہ اللہ پر قلتِ روایت و قلتِ عربیت اور ارجائیت کے الزامات لگائے ہیں جبکہ امام صاحب رحمہ اللہ کی ہر قسم کی تعدیل و توثیق اظہر من الشمس ہے پھر بعض محدثین کی جرح یا تو مبہم ہے یا پھر وہ خود ہی متعصب و متشدد اور متعنت ہیں ان کی جرح کبھی بھی معتبر اور مسوع نہیں۔“ (کذا فی رفع التکمیل فی الجرح والتعدیل لمولانا محمد عبدالحق الکنوی)<sup>③</sup>

11۔ مشہور محدث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اے اصحاب حدیث! تم حدیث میں تفقہ پیدا کرو، ایسا نہ ہو کہ اصحاب الرائے تم پر غالب آجائیں۔ یہ خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی ہے، جس پر ہم ایک یا دو حدیثیں روایت نہ کرتے ہوں۔“<sup>④</sup>

① تبیض الصحیفة، جلال الدین سیوطی، ص 116

② مناقب الامام، موفق مکی، ج 2، ص 149

③ احقاق الحق فی الدفع عن المذہب الحق، رحیم اللہ، النجرہاری، الحقائق، العرفان خپرندویہ

علمی ٹولہ، افغانستان، 2015م، ج 4، ص 105، 106

④ معرفة علوم الحدیث، محمد بن عبداللہ، حاکم، نیشاپوری، (م 405ھ)، دار احیاء التراث

العلوم، بیروت، طبع اولیٰ، 1417ھ/1997م، ص 114

12۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”میں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ حدیث کی تفسیر جاننے والا اور اس کے فقہی نکات پہچاننے والا نہیں دیکھا اور میں نے جب کبھی کسی بات میں ان کی مخالفت کی اور پھر اس پر غور کیا تو انہی کے مذہب کو آخرت کے لحاظ سے زیادہ نجات دینے والا پایا اور اکثر اوقات میں حدیث کی طرف مائل ہوتا تو وہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کو جاننے والے ہوتے۔ جب امام صاحب رحمہ اللہ کسی قول پر جم جاتے تو میں آپ رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے کے لیے کوفہ کے مشائخ کے پاس جاتا۔ بسا اوقات دو دو یا تین تین احادیث لے کر آپ کے پاس حاضر ہوتا، تو ان میں سے کسی کے بارے میں فرمادیتے کہ یہ صحیح نہیں ہے، یا غیر معروف ہے، میں دریافت کرتا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا، حالانکہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے، تو آپ فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے تمام علم کا عالم ہوں۔“<sup>①</sup>

امام صاحب رحمہ اللہ کا ذخیرہ احادیث

آپ کے ہاں احادیث مبارکہ کا کتنا بڑا خزانہ تھا، اس کا اندازہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے قول سے بخوبی ہو سکتا ہے، آپ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وعن محمد بن سماعۃ ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا  
وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف  
حدیث۔“<sup>②</sup>

”محمد بن سماعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب

① عقود الجمال، یوسف صالح، ص 321

② ذیل الجواهر المضیة، علی بن سلطان، ملا علی قاری، (م 1014ھ)، میر محمد کتب

خانہ، کراچی، (س ن)، ج 2، ص 474

الآثار کا انتخاب کیا ہے۔“

موفق بن احمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”امام اعظم رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے

جن کی صحت کی آپ کو پوری تحقیق تھی۔“<sup>①</sup>

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر ایک حدیث کا متن سو مختلف طریقوں

اور سندوں سے ذکر کیا جائے تو محدثین کرام کی اصطلاح میں یہ سو حدیثیں ہوں گی، یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں محدث کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وقت گزرنے

کے ساتھ ساتھ حدیث کی سند میں راویوں کا اضافہ ہوا اور ایک ایک حدیث کو بکثرت راویوں نے روایت کرنا شروع کر دیا، ورنہ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ تمام مسند احادیث صحیح جو بلا تکرار

نبی کریم ﷺ سے مروی ہیں، ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔<sup>②</sup>

نیز امام حسن بن زیاد کہتے ہیں:

”کان ابو حنیفۃ یروی اربع الاف حدیث الفین لحماد والفین

لسائر المشیخۃ۔“<sup>③</sup>

”امام صاحب رحمہ اللہ سے مروی احادیث کی (کل) تعداد چار ہزار ہے جبکہ ان

میں سے دو ہزار احادیث آپ نے امام حماد رحمہ اللہ سے اور بقیہ دو ہزار احادیث

دوسرے شیوخ سے حاصل کیں۔“

حافظ صالحی ایک جگہ لکھتے ہیں:

”کان ابو حنیفۃ من کبار حفاظ الحدیث وأعیانہم ولو لا

① مناقب الامام، موفق مکی، ج 1، ص 95

② تنقیح الانظار، محمد بن ابراہیم، الیمانی، (م 840ھ)، مکتبہ النهضة الاسلامیة، مصر، 1405ھ

ص 96،

③ مناقب الامام، موفق مکی، ج 1، ص 96

کثرة اعتناہ بالحدیث ماتھیئا له استنباط مسائل الفقیہة۔<sup>①</sup>  
 ”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بڑے حافظ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں،  
 اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو مسائل فقہ میں استنباط کا ملکہ انہیں  
 کہاں سے حاصل ہوتا۔ چنانچہ ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ  
 امام صاحب رحمہ اللہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے۔“

## امام صاحب رحمہ اللہ کے اصولِ اخذ و قبول حدیث

کسی روایت سے مسائل کے استنباط اور استخراج سے پہلے اسکے اخذ و قبول کا مرحلہ آتا  
 ہے، چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ نے بھی روایت کے اخذ و قبول کے لیے چند بنیادی اصول وضع  
 کیے تھے جو درجہ ذیل ہیں:

### 1۔ راوی کا ضبط

چنانچہ امام ابو جعفر الطحاوی آپ رحمہ اللہ کا یہ اصول یوں نقل فرماتے ہیں:  
 ”قال ابو حنیفة لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا ما  
 حفظہ یوم سمعہ الی یوم یحدث بہ۔“<sup>②</sup>  
 ”امام صاحب کہتے ہیں کہ عام راوی کے لیے تحدیث مناسب نہیں، ہاں وہ راوی  
 تحدیث کرے جو سماع کے دن سے روایت کے دن تک حدیث کا حافظ ہو۔“  
 یحییٰ بن معین کا قول ہے:

”کان ابو حنیفہ ثقة لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ  
 ولا یحدث بما لا یحفظ۔“<sup>③</sup>

① عقود الجمال، یوسف صالح، ص 319

② شرح مسند الامام رحمہ اللہ، علی بن سلطان، ملاء علی قاری، (م 1014ھ)، دار الکتب العلمیة  
 بیروت، 1405ھ، ص 7

③ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 419

”یعنی ابو حنیفہ رحمہ اللہ با اعتماد راوی ہیں جو کہ صرف وہی حدیث بیان کرتے ہیں جن کے وہ حافظ ہیں اور جن کے وہ حافظ نہیں وہ بیان ہی نہیں کرتے۔“

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”فمن المتشددین من قال لا حجة الا فيما رواه من حفظه  
وتذکرہ روی عن مالک وابی حنیفہ۔“<sup>①</sup>

”ضبط کے سلسلے میں انتہائی احتیاط برتنے والوں کا موقف یہ ہے کہ جو راوی اپنی روایت کا پوری طرح حافظ نہ ہو، اسے روایت حدیث جائز نہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مسلک بتایا گیا ہے۔“

روایت حدیث کے سلسلے میں امام صاحب رحمہ اللہ کی اس احتیاط کو محدثین حضرات نے تشدد فی الروایۃ سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ قبولیت حدیث کے لیے حفظ و ضبط راوی کی شرط و وصف ہے، اور اسی بنا پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیگر محدثین اور علمائے اصول سے ممتاز ہیں۔

## 2۔ راوی کا تقویٰ

علمائے حدیث کے نزدیک جب کوئی راوی اسلام، عدالت، ضبط، عقل اور اتصال سند کی صفات کا متحمل ہو، تب اس کی روایت قابل احتجاج ہوگی۔<sup>②</sup>

مگر امام صاحب رحمہ اللہ نے ان اوصاف کے علاوہ راوی کا متقی ہونا بھی قبولیت روایت کے لیے بطور شرط فرمایا ہے۔

چنانچہ امام شعرانی رحمہ اللہ اسی سلسلے میں لکھتے ہیں:

”قد كان الامام ابو حنیفہ یشرط فی الحدیث المنقول عن

① تدریب الراوی، سیوطی، ج 2، ص 55

② اصول الشاشی مع احسن الحواشی، نظام الدین الشاشی، مکتبہ المصباح، اردو بازار لاہور، س ن،

رسول اللہ ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن ذلك الصحابي  
جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا۔<sup>①</sup>

”جو حدیث آل حضرت ﷺ سے منقول ہو، اس پر عمل کے لیے امام  
ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اسے متقی لوگوں کی ایک جماعت نقل در نقل  
کرتی چلی آئی ہو۔“

### 3۔ روایت باللفظ

روایت باللفظ اور روایت بالمعنی کے سلسلے میں علماء حدیث کے مختلف اقوال ہیں، علماء  
کے ایک طبقے کے نزدیک راوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایت باللفظ کرے جبکہ دوسرے  
طبقے کا یہ نظریہ ہے کہ راوی اگر الفاظ و معانی دونوں کا فہم رکھتا ہو تو روایت بالمعنی کر سکتا ہے۔  
چنانچہ حافظ ابن صلاح اس بارے لکھتے ہیں:

”جب کوئی راوی حدیث بالمعنی روایت کرنا چاہے تو اگر وہ الفاظ اور مقاصد  
روایت سے آگاہ نہ ہو تو سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے روایت بالمعنی جائز  
نہیں، اسے روایت باللفظ ہی کرنی چاہیے، ہاں اگر راوی الفاظ اور مقصد روایت  
سے آگاہ ہو تو اس میں متقدمین، محدثین فقہاء اور اہل اصول کا اختلاف ہے۔“<sup>②</sup>

مشہور محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں ابو جعفر الطحاوی  
رحمہ اللہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے ثابت کیا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ روایت بالمعنی  
کے جواز کے قائل نہ تھے۔ روایت یوں ہے:

”حدثنا سليمان عن شعيب حدثنا ابي قال املی علينا ابو  
يوسف قال قال ابو حنيفة لا ينبغي للرجل ان يحدث من

① الميزان الشريعة الكبرى، عبد الوهاب، الشعراني، مكتبة النهضة الاسلامية، مصر، 1328 هـ، ص 26

② مقدمه ابن الصلاح في علوم الحديث لابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، (م 646 هـ)، المكتبة  
الفاوقية، ملتان، پاکستان، سن 105



الحديث الا ما حفظه يوم سمعه الى يوم يحدث به۔<sup>①</sup>  
 ”امام ابو یوسف کہتے ہیں: امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک عام راوی کے لیے  
 تحدیث مناسب نہیں، ہاں وہ راوی تحدیث کرے جو سماع کے دن سے روایت  
 کے دن تک حدیث کا حافظ ہو۔“

دراصل ملا علی قاری اس روایت کی بناء پر امام صاحب رحمہ اللہ کا قبول حدیث میں مسلک  
 بتانا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

”حاصله انه لم يجوز الرواية بالمعنى ولو كان مرادفا للمعنى

خلافاً للجمهور من المحدثين۔“<sup>②</sup>

”امام صاحب روایت بالمعنی کو جائز نہیں کہتے اگرچہ وہ مرادف الفاظ ہی میں  
 کیوں نہ ہو جبکہ جمهور محدثین اسکے خلاف ہیں۔“

#### 4۔ حدیث مسند اور مرسل

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سمیت تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے  
 کہ جس کی سند متصل ہو۔ چنانچہ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

”اما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذي يتصل اسناده  
 بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الى متناه ولا يكون  
 شاذاً ولا معللاً۔“<sup>③</sup>

”صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند آخر تک متصل ہو، راوی اور مروی عنہ (دونوں)

آخر تک عادل و ضابط ہوں، شاذ اور معلل بھی نہ ہو۔“

#### 5۔ قرآۃ الشیخ اور قرآۃ علی الشیخ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قرآۃ کی صورت سماع کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔

① شرح مسند الامام رحمہ اللہ، علی بن سلطان، ملا علی قاری، ص 7

② ایضاً

③ مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث لابن الصلاح، (م 646ھ)، 7-8

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

”مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر میں شیخ کے روبرو پڑھوں، تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ شیخ پڑھے اور میں سنوں۔“<sup>①</sup>

حسن بن زیاد بھی اسی سلسلے میں کہتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے تھے: تمہارا شیخ کے سامنے پڑھنا سماع کے مقابلے میں زیادہ ثابت اور موکد ہے کیونکہ جب شیخ تمہارے سامنے پڑھے تو صرف کتاب ہی سے پڑھے گا اور جب تم پڑھو گے تو وہ کہے گا کہ میری طرف سے تم وہ روایت کرو، جو تم نے پڑھا ہے، اس لیے یہ مزید تاکید ہوگی۔“<sup>②</sup>

خبر واحد اور امام صاحب

عند الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خبر واحد کی قبولیت کی کیا شرائط ہیں؟ چنانچہ اس بارے میں مصطفیٰ سباعی لکھتے ہیں:

1- پہلی شرط یہ ہے کہ حدیث ان اصول و ضوابط کے خلاف نہ ہو جو شرعی ماخذ کی چھان بین کے بعد آپ (ابوحنیفہ) نے مقرر کیے تھے، جب خبر واحد ان سے معارض ہوگی تو اسے چھوڑ کر دونوں دلیلوں میں سے اقویٰ پر عمل کیا جائے گا۔

2- دوسری شرط یہ ہے کہ حدیث ظواہر کتاب اور اس کے عموماً سے متصادم نہ ہو، جب حدیث ان کے متعارض یا خلاف ہوگی تو ظاہر کتاب پر عمل کیا جائے گا اور حدیث متروک العمل ٹھہرے گی۔ البتہ جب حدیث کسی مجمل قرآنی حکم کی وضاحت کرے یا جدید حکم کی تصریح کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

3- تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث کسی قولی یا فعلی حدیث مشہور کے مخالف نہ ہو۔

① الکفایۃ، خطیب بغدادی، ص 276

② اختصار علوم الحدیث، اسماعیل بن عمر بن کثیر، (م 774ھ)، دار التراث القاہرہ، 1399ھ، ص 110

- 4- چوتھی شرط یہ ہے کہ کسی اہم مرتبہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔ اگر دونوں باہم متعارض ہوں گی تو ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً دونوں راوی صحابی ہوں مگر ایک فقیہ تر ہو اور دوسرا غیر فقیہ ہو، یا ایک نوجوان اور دوسرا بوڑھا ہو۔ کیونکہ اس میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اس لیے حدیث مرجوح کے مقابلہ میں راجح پر عمل کیا جائے گا۔
- 5- پانچویں شرط یہ ہے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ ہو، مثلاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات/7 مرتبہ دھویا جائے، یہ ان کے اپنے فتوے کے خلاف ہے۔
- 6- حدیث کے متن یا سند میں کوئی ایسا اضافہ نہ ہو، جو کسی دوسری روایت میں موجود نہ ہو۔
- 7- حدیث کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے نہ ہو جو لوگوں میں کثیر الوقوع ہو، اس لیے اس صورت میں حدیث کا مشہور یا متواتر ہونا ضروری ہے۔
- 8- جب کسی مسئلہ میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہو تو دونوں میں سے ایک نے اس حدیث سے احتجاج ترک نہ کر دیا ہو، جسے ان میں سے ایک نے روایت کیا ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ حدیث ثابت ہوتی تو ان میں سے ایک اس سے ضرور احتجاج کرتا۔
- 9- علمائے سلف میں سے کسی نے اس حدیث پر تنقید نہ کی ہو۔
- 10- جب حدود و عقوبات کے بارے میں روایات مختلف ہوں، تو اس روایت پر عمل کیا جائے، جس میں خفیف سزا کا حکم دیا گیا ہو۔
- 11- صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ بلا تخصیص دیا روایت اس حدیث پر عامل رہے ہوں۔
- 12- راوی اپنی تحریر کے بجائے اپنے حافظہ پر اعتماد کرتا ہو۔<sup>①</sup>
- حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور محدثین و فقہاء
- آپ کے بارے میں مختلف محدثین و فقہاء کی کیا رائے تھی، اس بارے چند اقوال درج ذیل ہیں:

① السنۃ و مکانتھا فی التشریح الاسلامی، مصطفیٰ السباعی، الکتب الاسلامی، بیروت، 1405ھ،

1- ایک دفعہ امام صاحب رحمہ اللہ حج پر گئے، مدینہ منورہ حاضر ہوئے، تو محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ تم وہی ابوحنیفہ ہو جس نے ہمارے نانا جان ﷺ کی حدیث کو قیاس سے بدل دیا؟ عرض کی ایسا تو نہیں ہے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ثابت کرو۔ عرض کی عورت کمزور ہے یا مرد؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کمزور ہے، امام صاحب رحمہ اللہ نے عرض کی کہ شریعت نے وراثت میں مرد کو دو اور عورت کو ایک حصہ دیا ہے، اگر میں قیاس کرتا تو کمزور کو دو حصے دلواتا۔ پھر عرض کی کہ اے حضرت نماز افضل ہے یا روزہ؟ جواب ملا نماز۔ تو عرض کی کہ اگر میں قیاس سے فیصلہ کرتا، تو حیض والی عورت کو کہتا کہ وہ قضاء شدہ نمازیں لوٹائے اور روزے معاف کر دیتا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے تیسرا سوال کیا کہ پیشاب زیادہ نجس اور پلید ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پیشاب۔ عرض کی اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب کرنے والے کو کہتا کہ غسل کرو اور محتلم یا جنبی کو صرف وضو کا کہتا۔ یہ سن کر امام باقر رضی اللہ عنہ اٹھے اور امام صاحب رحمہ اللہ کو گلے سے لگایا، پیشانی پر بوسہ دیا اور نہایت لطف و کرم سے پیش آئے۔<sup>①</sup>

2- امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ کیا آپ نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے تو مالک رحمہ اللہ نے کہا: ہاں اور کہا:

”رایت رجلا لو کلمک فی هذه الساریة ان يجعلها ذہبا لقام بحجته۔“<sup>②</sup>

”میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا اگر تجھ سے اس ستون کے بارے میں یہ کہے کہ وہ اس کو سونا بنا دے گا تو وہ اس کو دلیل سے کر گزرے گا۔“

3- امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

① مناقب الامام، محمد بن محمد بن شہاب، الكردری، (م 827)، ج 1، ص 208

② تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 337

”ما قامت النساء عن رجل اعقل من ابى حنيفة۔“<sup>①</sup>

”کسی ماں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر دانش مند نہیں۔۔۔“

نیز کہا:

”من اراد ان يعرف الفقه فليلزم ابا حنيفة واصحابه فان الناس

كلهم عيال عليه في الفقه۔“<sup>②</sup>

”جو شخص دین میں تفقہ حاصل کرنا چاہے، اسے چاہئے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان

کے شاگردوں سے فقہ سیکھے، کیونکہ تمام لوگ فقہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عیال ہے۔“

4۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”انه من اهل الورع والزهد والايثار والاخرة بمحل لا يدركه

احد فرحمة الله عليه ورضوانه۔“<sup>③</sup>

”ابوحنیفہ رحمہ اللہ ورع، زہد، ایثار اور آخرت والوں میں سے ایسے رتبے پر تھے کہ

جسے کسی نے نہیں پایا پس ان پر اللہ کی رحمت ورضا ہو۔“

5۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من اراد الفقه فالكوفة و ليلزم اصحاب ابى حنيفة۔“<sup>④</sup>

”جو علم فقہ سیکھنا چاہے تو وہ کوفہ جائے اور ابوحنیفہ کے شاگردوں کو لازمی پکڑ

لے (یعنی ان کی شاگردی اختیار کر لے)۔“

6۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان كان ينبغى له ان يقول برايه فابوحنيفة ينبغى له ان يقول

① مناقب الامام، موفق مکی، ج 1، ص 176

② ایضا، ج 2، ص 31

③ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 74، 75

④ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 345

برایہ۔“<sup>①</sup>

”اگر کسی کو اپنی رائے سے کچھ کہنا مناسب ہوتا، تو وہ ابو حنیفہ ہی ہوتا۔“

7- جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے لکھتے

ہیں: ”محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس گیا، انہوں نے پوچھا کہ

کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس سے، انہوں نے کہا کہ تم

ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو، جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔“<sup>②</sup>

8- مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”کان ابو حنیفۃ اعلم اهل زمانہ۔“<sup>③</sup>

”ابو حنیفہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے۔“

9- امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”غبطت الرجل بکثرة علمه و وفور عقله۔“<sup>④</sup>

”مجھے اس مرد کی کثرت علم و عقل پر رشک آتا۔“

10- یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”القرآۃ عندی قرآۃ حمزۃ و الفقه فقہ ابی حنیفۃ علیٰ ہذا ادراکت

الناس۔“<sup>⑤</sup>

”میرے نزدیک حمزہ کی قرأت اور ابو حنیفہ کی فقہ معتبر ہے جس پر میں نے لوگوں

کو پایا۔“

11- امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 345

② تبيين الصحیفة، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ، ص 103

③ ایضاً، ص 103

④ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 77

⑤ عقود الحمان، یوسف صالح، (م 942ھ)، ص 202

”رحمة الله ابا حنيفة كان اماما۔“<sup>①</sup>

”ابوحنیفہ پر اللہ کی رحمت ہو وہ امام تھے۔“

12۔ امام ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”انه لفقیه انه لفقیه انه لفقیه۔“<sup>②</sup>

”بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں۔“

13۔ امام وکیع بن الجراح کہتے ہیں:

”ما رایت احدا افقه منه احسن صلاة منه۔“<sup>③</sup>

”میں نے ان سے زیادہ فقیہ اور ان سے زیادہ اچھی نماز والا کسی کو نہیں پایا۔“

14۔ امام اعمش رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها

الرجل (ای ابوحنیفہ رحمہ اللہ) اخذت بكل طرفین۔“<sup>④</sup>

”اے معشر فقہاء تم اطباء ہو اور ہم پٹناری اور اے ابوحنیفہ تم نے ہر دوسرے

تھامے ہیں۔“

امام صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات و تالیفات

مؤرخین نے آپ رحمہ اللہ کی بیش بہا قیمتی تصانیف و تالیفات کا خزانہ جمع کرایا ہے جو

درج ذیل ہیں:

الفقه الاکبر<sup>⑤</sup>، العالم و المتعلم<sup>⑥</sup>، کتاب الوصایا<sup>⑦</sup>، کتاب

① تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 338

② الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 80

③ مناقب الامام، موفق مکی، ج 2، ص 69

④ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 80

⑤ كشف الظنون عن اسامي الكتب والفنون، حاجی خلیفہ، کاتب چلبی، (م 1067ھ)، نور محمد

اصح المطابع، کراچی، س ن، ج 2، ص 1287

⑥ ایضاً، ج 2، ص 1437

⑦ ایضاً، ج 2، ص 1470

المقصود ①، کتاب الاوسط ②، کتاب رسالۃ الی البتی ③،  
کتاب الرد علی القدریۃ ④، کتاب الآثار ⑤، جامع  
المسانید ⑥، کتاب الرأی ⑦، کتاب السیر ⑧۔

امام صاحب رحمہ اللہ کے مشائخ

امام صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد لاتعد و لاتحصی ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں: حماد بن ابی سلیمان، عطاء بن ابی رباح، عطیۃ العوفی، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج، عکرمۃ، نافع، عدی بن ثابت، عمرو بن دینار، سلمۃ بن کہیل، قتادۃ بن دعامۃ، ابی الزبیر، منصور، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہم۔ ⑨

امام صاحب کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں سے مشہور فقہاء و محدثین درجہ ذیل ہیں: زفر بن ہذیل، ابو یوسف القاضی، حماد بن ابی حنیفہ، نوح بن ابی مریم، حکم بن عبداللہ البلیخی، حسن بن زیاد اللؤلؤی، محمد بن الحسن، اسد بن عمرو القاضی رحمۃ اللہ علیہم۔

نیز آپ سے روایت کرنے والوں میں درجہ ذیل شامل ہیں: مغیرۃ بن مقسم، زکریا بن ابی زائدۃ، مسعر بن کدام، سفیان الثوری، مالک بن مغول، یونس بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہم۔ ⑩

① ابوحنیفہ، مقالہ در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ص 786

② حدائق الحنفیۃ، جہلمی، فقیر محمد، ص 98

③ سلطان احمد، امام اعظم بحیثیت محدث اعظم (ایم فل مقالہ) شعبۂ اسلامیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، غیر مطبوعہ، 2006م، ص 123

④ الفہرست، ابن ندیم (م 377ھ)، ص 256

⑤ مناقب الامام، موثق مکی، ج 2، ص 69

⑥ جامع المسانید، محمد بن محمود، خوارزمی، (م 665ھ)، دار کتب العلمیۃ، بیروت، ص 4

⑦ خطبات بہاولپور، حمید اللہ، ڈاکٹر، ص 97

⑧ مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبہ ابی یوسف و محمد بن الحسن للذہبی، (م 748ھ)، ص 19

⑩ ایضاً، ص 20، 19



## امام صاحب رحمہ اللہ کا حلیہ و اخلاق

اس بارے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مردوں میں میانہ قد تھے، نہ پست قامت نہ دراز قد، گفتگو

کرتے تو دل میں اتر جاتی، زبان میں شیرینی اور بیان میں حلاوت ہوتی۔“<sup>①</sup>

خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”امام اعظم رحمہ اللہ کا چہرہ خوبصورت، کپڑے اچھے، خوشبو اچھی اور مجلس اچھی

ہوتی۔ آپ بہت کرم کرنے والے اور رفیقوں کے غم خوار تھے۔“<sup>②</sup>

## امام صاحب رحمہ اللہ کی ذہانت و فطانت

ایک مرتبہ امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص کی بیوی سیڑھی

پر کھڑی ہے، اس کے شوہر نے جھگڑے کے دوران اس سے کہا، اگر تو سیڑھی پر چڑھی یا نیچے

اتری تو تجھے طلاق ہے، آپ فرمائیے اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا

اس عورت کو سیڑھی سمیت اٹھا کر زمین پر رکھ دو، اب عورت جہاں چلے پھرے، اسے طلاق

نہیں ہوگی۔<sup>③</sup>

## امام صاحب رحمہ اللہ کی تاریخ وصال

آپ کا وصال ماہ رجب یا شعبان 150ھ کو<sup>④</sup>، اور حالت سجدہ میں ہوا۔<sup>⑤</sup>



① عقود الجمان، یوسف صالح، (م 942ھ)، ص 42

② تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 330

③ مناقب الامام، موفق مکی، ج 1، ص 166

④ طبقات الکبیر لابن سعد، ج 4، ص 232

⑤ الخیرات الحسان، ابن حجر مکی، ص 145

## امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول استنباط

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اپنے اصول اجتہاد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”إني أخذ بكتاب الله إذا وجدته فما لم أجده فيه أخذت بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات فإذا لم أجده في كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذت بقول أصحابه من شئت وأدع قول من شئت ثم لا أخرج عن قولهم إلى قول غيرهم فإذا انتهى الأمر إلى إبراهيم النخعي والشعبي وابن المسيب وعدد منهم رجلا فإني أجتهد كما اجتهدوا.“<sup>①</sup>

”میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ ﷺ کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں، ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن سب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا، اور جب معاملہ ابراہیم نخعی، شععی اور ابن مسیب رحمہم اللہ تک (ان کے علاوہ اور نام بھی گئے) پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی

① الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن حسن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ، 1995م، ج 2، ص 132 (ب) تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 13، ص 368 (ت) اصول بزدوی، علی بن محمد بزدوی، فخر الاسلام، (م 482)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص 3-5

اجتہاد کرتا ہوں۔“

احناف کثر اللہ سوادہم استنباط مسائل میں حتی الوسع قرآن و سنت کو سامنے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلہ کے صراحۃً قرآن و سنت میں ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع کے ساتھ ساتھ حدیث موقوف اور مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں کرتے۔“<sup>①</sup>

اسی سلسلہ میں ابن جوزی رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجمعون علی ان مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عنده اولیٰ من القیاس والرأی وعلیٰ ذلک بنیٰ مذہبه.“<sup>②</sup>

”ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس و رائے سے بہتر ہے، اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔“

اسی طرح محمد بن علی الحصکفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وقف علیٰ اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ او لا بزازیة ای لکونه یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس۔“<sup>③</sup>

① حدیث اور اہل حدیث، انوار خورشید، جمعیۃ اہل سنۃ، لاہور، 2009، ص 87

② اعلام الموقعین عن رب العالمین، محمد بن ابی بکر، ابن القیم، س ن، ج 1، ص 77

③ الدر المختار شرح تنویر الابصار و جامع البحار، محمد بن علی، علاؤ الدین، الحصکفی،

دارالکتب العلمیۃ، بیروت، س ن، ج 4، ص 456

”اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقف کی تو شافعی المسلک اس میں داخل نہیں ہوگا تا وقتیکہ وہ طالب حدیث نہ ہو، اور جبکہ حنفی اصحاب الحدیث کے زمرے میں داخل ہوگا خواہ وہ طلب حدیث میں مشغول ہو یا نہ ہو، وجہ یہ ہے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔“

امام صاحب رحمہ اللہ کے اپنے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں درج ذیل اصول سامنے آتے ہیں:

1- قرآن کریم

2- سنت

اس سلسلہ میں امام صاحب رحمہ اللہ خبر واحد پر عمل کرتے ہیں لیکن چند شرائط کے ساتھ:

1..... ((ألا يخالف راويه، فإن خالفه فالعمل بما رأى لا بما روى، لأنه لا يخالف مرويه إلا وقد اطلع على قاصد استند فيه إلا دليل.))

”راوی اپنی روایت کی مخالفت نہ کرتا ہو، اگر اس کے مخالف ہوا تب عمل روایت پر ہوگا نہ کہ روایت پر کیونکہ وہ اپنی روایت کی مخالفت نہ کرے گا مگر اس صورت میں کہ جب اسے روایت میں کوئی عیب معلوم ہو۔“

2..... ((ألا يكون مما تعم به البلوى، فإن عموم البلوى يوجب اشتهاره، أو تواتره.))

”روایت ایسی نہ ہو کہ جس سے اس کا عموم بلوی میں سے ہونا (ظاہر) ہو، کیونکہ عموم بلوی کے لیے شہرت اور تواتر لازمی ہے۔“

3..... ((ألا يخالف القياس، وأن يكون راويه فقيها، فإذا توفرت هذه الشروط في خبر الواحد، ولو ضعيف الإسناد، فإنه يأخذ به، ويقدمه حتى على القياس، ولا يلتفت إلى سنده.))

”قیاس کی مخالفت نہ کرتا ہو، اور اس کا راوی فقیہ ہو، پس جب خبر واحد میں یہ شرائط پوری ہوں، اگرچے ضعیف ہی کیوں نہ ہو، اس سے اخذ کیا جائے گا، حتیٰ کہ قیاس پر بھی وہ مقدم ہوگا، اور اس کی سند کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔“

4..... ((ولا لكونه على وفق عمل أهل المدينة، أو خلافهم، بل مشهوراً عند فقهاء العراق، فإذا لم يكن كذلك اعتبره شاذاً، وذهب إلى القياس، وترك الحديث ولو كان صحيحاً.))<sup>1</sup>

”اور خبر واحد اہل مدینہ کے عمل کے نہ موافق ہو اور نہ ہی مخالف بلکہ فقہائے عراق کے نزدیک مشہور ہو، پس اگر ایسا نہ ہو تب ایسی روایت کو شاذ لیا جائے گا، اور قیاس کی طرف ذہاب ہوگا، اور حدیث کو ترک کیا جائے گا اگرچے صحیح کیوں نہ ہو۔“

3- اجماع

4- اقوال الصحابة

امام شاطبی لکھتے ہیں:

”ويطلق أيضا لفظ السنة على ما عمل عليه الصحابة ووجد ذلك في الكتاب أو السنة أو لم يوجد لكونه اتباعاً لسنة ثبتت عندهم لم تنقل إلينا أو اجتهاداً مجتمعاً عليه منهم أو من خلفائهم، فإن إجماعهم إجماع وعمل خلفائهم راجع أيضاً إلى حقيقة الإجماع من جهة حمل الناس عليه حسبما

① (ا) الفكر السامي في تاريخ الفقه الاسلامي، محمد بن حسن، ج 2، ص 135

(ب) عقود الجمان في علم المعاني والبيان، جلال الدين سيوطي (م 911ھ)، دار الامام مسلم، طبع

اول، ص 242

اقتضاه النظر۔<sup>①</sup>

”نیز لفظ ”سنت“ کا اطلاق اُس چیز پر بھی ہوتا ہے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل پایا گیا ہو، چاہے وہ چیز کتاب میں اور سنت میں ملے اور چاہے نہ ملے۔ یہ چیز اُس کی اس حیثیت کے باعث کہ وہ ایک ایسی سنت کی اتباع ہو جو اُن (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے یہاں پایہ ثبوت کو پہنچی ہو مگر ہم تک نقل ہونے میں نہ آئی ہو، یا ایک ایسا اجتہاد ہو جس پر اُن کا یا اُن کے خلفاء کا اتفاق پایا گیا ہو، کیونکہ اُن کا اجماع ہی (در اصل) اجماع ہے۔ جبکہ اُن کے خلفاء کا جو عمل ہے وہ بھی اجماع کی حقیقت ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ اور وہ اس جہت سے کہ لوگوں کو حسب اقتضائے نظر (خلفاء کی طے کردہ) اُس چیز پر باقاعدہ چلایا جاتا تھا۔“

5۔ قیاس شرعی چنانچہ جوئی لکھتے ہیں:

”الحنفی أحوج إلى النظر من النقل والآثر، لإذا من قواعد مذهبه الأخذ بالقياس“<sup>②</sup>

”ایک حنفی نقل و اثر میں غور و فکر کا بہت محتاج ہوتا ہے، اسی بنا پر ان کے مذہبی قواعد میں سے اخذ بالقیاس ہے۔“

نیز علامہ بزدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والاصل الرابع القياس بالمعنى المستنبط من هذه الاصول

..... واما النوع الرابع فعلى وجهين فى حق الحكم وهما

القياس والاستحسان۔“<sup>☆</sup>

① (ا) الموافقات، ابرہیم بن موسیٰ بن محمد شاطبی، الغرناطی، (م 790ھ)، دار ابن عفان، طبع اول، ج 4، ص 4..... (ب) اصول بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، (م 482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص 3

② الفكر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن حسن، ج 2، ص 136

☆..... اصول بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، (م 482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی، س ن، ص 275، 5

”اور چوتھا اصل قیاس ہے جو ان اصول (یعنی قرآن، سنت اور اجماع) سے مستنبط ہوتا ہے..... اور چوتھی قسم کے دو اقسام ہیں ایک قیاس اور دوسرا استحسان۔“

6۔ استحسان اس سلسلے میں تجوی کہتے ہیں:

”فقد ثبت عن أبي حنيفة أنه قال، استحسن وأدع القياس، وكذا ثبت عن صاحبه محمد بن الحسن، وذلك إذا وجد أثرا يخالف القياس يترك القياس، ويعمل بالآخر۔“<sup>①</sup>

”امام ابو حنیفہ نے کہا: میں استحسان کو لیتا ہوں اور قیاس کو چھوڑتا ہوں، اور اسی طرح ان کے شاگرد محمد بن حسن سے بھی ثابت ہے، اور ایسا تب ہوتا ہے جب ایسا کوئی اثر (حدیث) پایا جائے جو قیاس کے مخالف ہو تب قیاس ترک کیا جاتا ہے، اور اثر پر عمل کیا جاتا ہے۔“

7۔ حیلہ شرعی اس سلسلہ میں تجوی لکھتے ہیں:

”ومن أصول أبي حنيفة (باب الحيل) ويسمونه المخارج من المضايق، وهو التحيل على إسقاط حكم شرعي، أو قلبه إلى أمر آخر..... فالحيل ثلاثة أقسام:

(1)..... ملغاة بالاتفاق، كحيلة المنافق في إظهار الإسلام، وإخفاء الكفر،

(2) وغير ملغاة اتفقا: كمن نطق بكلمة الكفر وقلبه مطمئن بالإيمان لحقن دمه،

(3) والثالث ما لم يتبين فيه بدليل قطعي۔“<sup>②</sup>

”اور ابو حنیفہ کے اصولوں میں حیلہ شرعی بھی ہے اور اسے تنکیوں میں سے نکلنے کا

① الفكر السامي في تاريخ الفقه الاسلامي، محمد بن حسن، ج 2، ص 138

② ايضا، ج 2، ص 142

راستہ کہا جاتا ہے، اور یہ شرعی حکم کے ساقط کرنے کی تدبیر کو کہتے ہیں، یا اس کو کسی دوسرے امر کی طرف پھیرنے کو کہا جاتا ہے، پس حیلوں کی تین اقسام ہیں:

1- ملغاة بالاتفاق: جیسے منافق کا اسلام کو ظاہر کرنا کفر کو چھپانے کی غرض سے،

2- غیر ملغاة بالاتفاق: جیسے کسی شخص کا کلمہ کفر بولنا اپنے خون کو بچانے

کی غرض سے حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو،

3- اور تیسری قسم وہ کہ جو بغیر کسی قطعی دلیل کے واضح نہ ہو سکے۔“

نیز ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والمقصود أن هذه الحيل لا يجوز أن تنسب إلى إمام، فإن ذلك قدح في إمامته، وذلك يتضمن القدح في الأمة حيث ائتمت بمن لا يصلح للإمامة، وفي ذلك نسبة لبعض الأئمة إلى تكفير وتفسيق، وهذا غير جائز، ولو فرض أنه حكي عن واحد من الأئمة بعض هذه الحيل المجمع على تحريمها فإما أن تكون الحكاية باطلة، أو يكون الحاكي لم يضبط لفظه فاشتبه عليه فتواه بنفوذها بفتواه بإباحتها مع بُعد ما بينهما، ولو فرض وقوعها منه في وقت ما فلا بد أن يكون قد رجع عن ذلك، وإن لم يُحمل الأمر على ذلك لزم القدح في الإمام وفي جماعة المسلمين المؤتمين به، وكلاهما غير جائز۔“<sup>1</sup>

”اور ان حیلوں کو امام رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ان کی امامت پر عیب لگانا ہے، جو کہ امت پر عیب لگانے کو متضمن ہے، اس حیثیت سے کہ امت نے اس کو امام بنایا جو اس کے لائق نہیں، اور اس میں (یعنی حیلہ

<sup>1</sup> اعلام الموقعين عن رب العالمين لابن قيم، ج 5، ص 99



کرنے میں) بعض ائمہ کی تکفیر اور تفسیق کی طرف نسبت کی جاتی ہے جو کہ نہ جائز ہے، اور اگر بالفرض کسی نے ائمہ میں سے کسی ایک کی طرف سے بعض حیلوں کا حرمت پر مشتمل ہونا حکایت کیا ہو، پس یا تو اس کی حکایت باطل ہوگی، یا حکایت کرنے والے کو اس کے الفاظ پوری طرح یاد نہ ہوں گے جس کی وجہ سے اس پر نفاذ اور اباحت کا فتویٰ مشتبه ہو گیا، اور اگر بالفرض اس سے کسی وقت میں اس کا وقوع ہوا بھی ہو، تو یقیناً اس نے رجوع ضرور کیا ہوگا، اور اگر معاملہ (یعنی شرعی حیلہ کا) اس (تعبیر) پر محمول نہ کیا گیا تو امام رحمہ اللہ اور مسلمانوں کی مقتدی جماعت پر عیب لازم آئے گا جبکہ یہ دونوں (امور) ناجائز ہیں۔“

جیسا کہ اوپر ابن جوزی رحمہ اللہ کا بیان گزرا:

”واصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ مجمعون علی أن مذهب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عندہ اولیٰ من القیاس والرأی وعلیٰ ذلک بنیٰ مذهبہ۔“

”ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس ورائے سے بہتر ہے، اور اسی پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔“

چنانچہ صاحب ہدایہ نے اسی اصل کی روشنی میں چند تفریحات ذکر کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1..... ((والاغماء حدث فی الاحوال کلھا و هو القیاس فی

النوم الا انا عرفناہ بالاثرو والاغماء فوقہ فلا یقاس علیہ .))<sup>①</sup>

”اور بے ہوش ہونا ہر حالت میں ناپاکی ہے جو کہ قیاس ہے نیند میں، مگر یہ کہ ہم

نے اس کو (یعنی نیند کا محدث ہونا) حدیث کی رو سے جانا، جبکہ بے ہوش ہونا

① الہدایۃ، علی بن ابی بکر المرغینانی، برہان الدین (م 593ھ)، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، س

اس سے زیادہ (قوی دلیل) ہے چنانچہ اس پر قیاس نہ کیا جائے گا۔“

2..... ((. والقہقہة فی الصلاة ذات رکوع وسجود،

والقیاس انہا لا تنقض، وهو قول الشافعی، لانہ لیس

بخارج نجس، ولهذا لم یکن حدثا فی صلاة الجنابة

وسجدة التلاوة وخارج الصلاة ولنا قوله عليه السلام: الا من

ضحک منکم قہقہة فلیعد الوضوء والصلاة جمیعا. )) ☆

”رکوع اور سجدوں والی نماز میں قہقہہ کرنا (نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے)،

جبکہ قیاس کی رو سے نہیں توڑتا، جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے، کیونکہ یہ ناپاکی

کے نکلنے کا سبب نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور غیر

نمازی کے حق میں ناقض نہیں، اور ہمارے لیے حضور ﷺ کا ارشاد: خبردار غور

سے سنو! تم میں سے جو کوئی (نماز میں) قہقہہ کرتے ہوئے ہنستے ہو، تو اسے چاہیے

کہ نماز اور وضو دونوں کا اعادہ کرے۔“

3..... ((ومسائل البئر مبنیة علی اتباع الآثار دون القیاس. )) ❶

”اور کنویں کے مسائل احادیث کی اتباع پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر۔“

4..... ((وان حاذتہ امرأة وهما مشترکان فی صلاة واحدة فسدت

صلاتہ ان نوى الامام امامتہا، والقیاس ان لا تفسد، وهو

قول الشافعی رحمة اللہ علیہ اعتبارا بصلاتہا حیث لا

تفسد، وجه الاستحسان ما رویناہ وانہ من المشاہیر. )) ❷

”اور اگر ایک ہی نماز میں کسی مرد کے ساتھ عورت برابر میں کھڑی ہوگئی تب اس

☆..... سنن الدارقطنی، علی بن عمر، دارقطنی، (م 385ھ)، دارالکتب العلمیة، بیرون، لبنان، سن،

ج 1، ص 181

❶ ایضاً، ج 1، ص 41

❷ ایضاً، ج 1، ص 124

کی نماز ٹوٹ گئی اگرچے امام نے اس کی نیت ہی کیوں نہ کی ہو، جبکہ قیاس یہ ہے کہ نماز نہ ٹوٹے، جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے عورت کی نماز کے فاسد نہ ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے، وجہ الاتحسان وہی ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں اور وہ مشاہیر میں سے ہے۔“

5..... ((ووصلی القائم خلف القاعد وقال محمد لا يجوز وهو القياس لقوة حال القائم ونحن تركناه بالنص، وهو ما روى ان النبي عليه السلام صلى آخر صلاته قاعدا والقوم خلفه قيام.)) ❶

”اور نماز میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی اقتدا کر سکتا ہے جبکہ محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے جو کہ قیاس ہے قائم کے قوی ہونے کی وجہ سے حالیکہ ہم نے اس کو بسبب نص چھوڑ دیا، جو یہ ہے: حضور ﷺ نے اپنی آخری نماز بیٹھ کر پڑھائی حالیکہ قوم ان کے پیچھے کھڑی تھی۔“

6..... ((ومن سبقه الحدث في الصلاة انصرف فان كان اماما استخلف وتوضا وبنى، والقياس ان يستقبل، وهو قول الشافعي لان الحدث ينافيها والمشي والانحراف يفسد انها فاشبهه الحدث العمدة، ولنا قوله عليه السلام: من قاء او رعف او امدى في صلاته فليصرف وليتوضئا وليبن على صلوته ما لم يتكلم.)) ❷

❶ ایضاً، ج 1، ص 127

☆..... سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید، قزوینی، (م 273ھ)، دارالاحیاء الکتب، 2010ء، حدیث

❷ ایضاً، ج 1، ص 128

”جس شخص کو نماز میں حدت سبقت کر جائے تو وہ پھیر جائے پس اگر یہ شخص امام ہو تو خلیفہ بنا لے اور وضو کر کے اپنا کرے، جبکہ قیاس یہ ہے کہ از سرے نو نماز پڑھے، جو کے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی قول ہے کیونکہ حدت تو نماز کے منافی ہے اور چلنا اور قبلہ سے منحرف ہونا دونوں نماز کو فاسد کرتے ہیں پس یہ حدت مشابہ ہو گیا حدت عمد کے، اور ہماری دلیل آں حضرت ﷺ کا یہ قول ہے کہ: جس کو نماز میں تے ہوئی، نکسیر پھوٹی یا ندی نکل پڑی تو وہ پھیر جائے اور وضو کر کے اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کلام نہ کیا ہو۔“



## باب دوم

## تراجم الابواب کی روشنی میں امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ الحدیث کا جائزہ

فصل اوّل:..... امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہی اور محدثانہ حیثیت کا جائزہ

## نام و نسب

ابن الحجر عسقلانی رحمہ اللہ آپ کا سلسلہ نسب یوں لکھتے ہیں:

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ اور بردزبہ مجوسی تھا۔ اور اسی مجوسیت پر وہ مرا، اسکا بیٹا مغیرہ پہلا شخص ہے جو امیر بخارا ایمان جعفی کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوا، اسی نسبت سے امام موصوف جعفی مشہور ہو گئے، ورنہ خاندان جعف سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔<sup>①</sup>

بعض مورخین نے آپ کے پردادا کا نام احنف لکھا ہے۔<sup>②</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کے والد اسماعیل اپنے زمانہ میں طبقہ رابعہ کے مشہور محدث شمار کیے گئے ہیں، ان کے شیوخ میں امام مالک رحمہ اللہ، حماد بن زید رحمہ اللہ وغیرہ ہیں، لیکن عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے حماد بن زید رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور انہیں امام مالک رحمہ اللہ سے بھی سماع حاصل ہے، اور

① تہذیب التہذیب، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر، العسقلانی (م 852ھ)، دائرة

المعارف النظامیة، هندوستان، 1326ھ، ج 9، ص 41

② تہذیب الکمال فی اسماء الرجال،، یوسف المزی، جمال الدین، مؤسسة الرسالة، بیروت،

1413ھ، ج 24، ص 431

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔<sup>①</sup>

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”امام موصوف رحمہ اللہ کے دادا ابراہیم کے حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔“<sup>②</sup>

پیدائش اور ابتدائی حالات

ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ولد يوم الجمعة بعد الصلاة لثلاث عشرة ليلة خلت من شوال سنة مائة اربع وتسعين“

”امام موصوف رحمہ اللہ کی پیدائش 13 شوال 194ھ، بعد از نماز جمعہ ہوئی۔“

بچپن میں نا بینا تھے لیکن والدہ کی دعا کی برکت سے آنکھیں روشن ہو گئیں، امام صاحب رحمہ اللہ کی والدہ نے جب ان کے لیے دعا کرنا شروع کی تو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، آپ نے فرمایا کہ تمہاری کثرت دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لڑکے کی بینائی واپس کر دی چنانچہ اس خواب کی صبح کو واقعی وہ بینا ہو گئے۔<sup>③</sup> بھائی اور والدہ کے ساتھ حج کے لیے گئے، بھائی تو واپس بخارا آ گئے اور امام موصوف رحمہ اللہ نے حج سے فراغت کے بعد دو سال مکہ معظمہ میں اور پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا، اور وہاں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس چاندنی راتوں میں ”قضایا الصحابة رضی اللہ عنہم و التابعین رحمہم اللہ“ اور ”تاریخ الکبیر“ تصنیف کی۔<sup>④</sup> اس کے خلاف جن شروح

① لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، المكتبة الامدادية، مکہ (قدیم)، 1395ھ، مقدمہ، ص 4

② ہدی الساری مقدمة فتح الباری، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر، العسقلانی، (م 852ھ)، دار المعرفة، بیروت، 1379ھ، ص 71

③ ایضاً، ص 458

④ ایضاً، ص 479

حدیث یا کتاب میں ہے، وہ غلط ہے۔ نسخ کی غلطی ہے یا مؤلف سے فروگذاشت ہو گئی ہے۔<sup>①</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کی علمی زندگی کا آغاز:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”امام صاحب رحمہ اللہ کے علمی سفر کا آغاز 210ھ سے ہوا، انہوں نے سماع حدیث کے لیے دور دراز مقامات کا سفر کیا، مصر اور جزیرہ میں دوبارہ تشریف لے گئے، اور حجاز مقدس میں چھ سال قیام فرمایا، کوفہ و بغداد جو علماء کا مرکز تھا، بار بار گئے، اور بصرہ میں چار بار جانا ہوا، اور بعض دفعہ پانچ پانچ سال تک قیام کیا، ایام حج میں مکہ معظمہ چلے جایا کرتے تھے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام موصوف آٹھ مرتبہ بغداد آئے اور ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بغداد کے قیام پر اصرار کرتے تھے۔<sup>②</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے بہت کم روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کو خود امام احمد رحمہ اللہ کے مشائخ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، اور اس لیے کہ اخیر سفر میں امام صاحب رحمہ اللہ نے روایت کرنا بہت کم کر دیا تھا۔<sup>③</sup>

اسی سلسلہ میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے سماع حدیث 205ھ میں شروع کیا، اور اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد 210ھ سے انہوں نے سفر کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں نیشاپور کا سفر بھی کیا تھا، اور وہاں بھی کچھ دنوں مقیم رہے تھے۔<sup>④</sup>

① لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، مقدمہ، ص 6

② ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر، القسطلانی، (م 923ھ)، المطبعة الكبرى الاميرية، مصر، 1323ھ، ص 31

③ لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، مقدمہ، ص 6

④ تذكرة الحفاظ، محمد بن احمد، الذهبي، (م 748ھ)، دارالکتب العلمية، بیروت، 1419ھ، ج 6

## امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ

امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے ان کا خود بیان ہے:

”کتبت عن الف وثمانین نفساً لیس فیہم الا صاحب

حدیث“<sup>①</sup>

”میں نے ایک ہزار اسی آدمیوں سے حدیثیں لکھیں، ان میں سب کے سب محدث تھے، لیکن یہ مسلم ہے کہ

ان کو اسحاق بن راہویہ اور علی بن المدینی سے زیادہ فیض پہنچا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقات قائم کیے ہیں:

1- تبع تابعین مثلاً محمد عبداللہ الانصاری اور ابو عاصم النبیل۔

2- تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی، جیسے آدم بن ابی ایاس۔

3- امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ کا یہ درمیانی طبقہ ہے اس میں ان لوگوں کا شمار ہے جن کو کبار تبع تابعین سے اخذ حدیث کا موقع ملا، جیسے قتیبہ ابن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ۔

4- معاصرین اور ہم عصر رفقاء، جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو حاتم رازی۔

5- وہ معاصرین جو امام صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ کے صف کے تھے، لیکن ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے، جیسے عبداللہ بن حماد آملی وغیرہ۔

ان محدثین سے استفادہ میں امام صاحب رحمہ اللہ نے امام وکیع رحمہ اللہ کے اس مقولہ پر عمل کیا کہ ”آدمی اس وقت تک محدث نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بڑوں، معاصرین اور چھوٹوں سے استفادہ نہ کرے۔“<sup>②</sup> چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام موصوف نے اپنے معاصرین و تلامذہ

① ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر، العسقلانی، ص 479

② ایضاً، ص 480



سے بھی روایت کی ہے۔<sup>①</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کے مشہور اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی آپ کے وہ اساتذہ جن

سے آپ نے اپنی ”جامع صحیح“ میں روایات کیں ہیں، درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن حمزہ الزبیری، ابراہیم بن المنذر الحزامی، ابراہیم بن سوی الرازی، احمد بن حنبل، احمد بن صالح المصری، احمد بن ابی الطیب المروزی، احمد بن محمد الازرقی، آدم بن ابی ایاس العسقلانی، ابی النضر اسحاق بن ابراہیم الفرادیسی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل بن ابان الوراق، اسماعیل بن ابی اویس، ایوب بن سلیمان بن بلال، بدل بن محبّر، ثابت بن محمد الشیبانی الزاہد، جعفر بن عبداللہ السلمی البلیخی، حجاج بن منہال الانماطی، حسن بن بشر البجلی، حسن بن ربیع البورانی، ابو عمر حفص بن عمر الحوضی، ابو الیمان الحکم بن نافع، خالد بن مخلد، خلاد بن یحییٰ، داؤد بن شیبب الباہلی، ربیع بن یحییٰ الاشثانی، زکریا بن یحییٰ البلیخی، سرتج بن نعمان الجوہری، سعید بن الحکم بن ابی مریم، سعید بن سلیمان الواسطی، سعید بن کثیر بن عفیر، سلیمان بن حرب، سلیمان بن عبدالرحمن الدمشقی، شہاب بن عباد العبدي، صدقة بن الفضل المروزی، صلت بن محمد الخارکی، ابو عاصم الضحاک بن مخلد، طلق بن غنام النخعی، ابو بکر عبداللہ بن الاسود، عبداللہ بن زبیر الحمیدی، ابو معمر عبداللہ بن عمرو المنقری، عبداللہ ابن محمد الجعفی المسندی، ابو عبدالرحمن عبداللہ بن یزید المقرء، عبداللہ بن یوسف التنیسی، عبدالرحمن بن ابراہیم دحیم، عبدالعزیز بن عبداللہ الایسی، ابو المغیرة عبدالقدوس بن الحجاج الخولانی، عبدان بن عثمان المروزی، عبداللہ بن موسیٰ، عفان بن مسلم، علی بن المدینی، ابو نعیم الفضل بن دکین، قبیصة بن عقبہ، قتیبة ابن سعید، قیس بن حفص الدارمی، ابو غسان مالک بن اسماعیل النہدی، محمد بن بشار بُندار، محمد بن سعید ابن الاصبہانی، محمد بن سنان العوقی، محمد بن الصباح الدولابی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، محمد ابن عبداللہ الانصاری، ابو ثابت محمد بن عبداللہ المدینی، محمد بن الفضل السدوسی عارم، محمد بن کثیر العبدي، ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ، محمد بن یوسف الفریانی، مطرف بن عبداللہ المدینی، مکی بن ابراہیم البلیخی،

① تہذیب التہذیب، ابن حجر العسقلانی، (م 852ھ)، ج 9، ص 41

ابو سلمۃ موسیٰ ابن اسماعیل التبوذکی، ابو حنیفہ موسیٰ بن مسعود النہدی، نعیم بن حماد المروزی، ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی، ہشام بن عمار الدمشقی، ولید بن صالح النخاس، یحییٰ بن صالح الوحاظی، یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔<sup>①</sup>

آپ رحمۃ اللہ کے وہ اساتذہ کے جن سے آپ نے اپنی ”جامع صحیح“ کے علاوہ روایات کیں ہیں، درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن بشار الرمادی، ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عباد بن ہانء الشجری، ابو حفص احمد بن حفص البخاری، احمد بن خالد الوہبی، اسماعیل بن سالم الصانغ، بشر بن شعب بن ابی حمزہ، حسن بن شجاع البلیخی، حسن بن واقع الرملی، حسین بن ضحاک النیسابوری، ظلم بن خطیط الجہضمی، الدبوسی، ابو صالح عبد اللہ بن صالح المصری، عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، ابو مسہر عبد الاعلیٰ بن مسہر الغسانی، عثمان بن ہارون القرشی الانماطی، علی بن عبد الحمید المعنی، محمد بن مسلمۃ الخزومی، محمد بن وہب بن عطیۃ الدمشقی، معقل بن مالک الباہلی، ہشام بن اسماعیل العطار الدمشقی۔<sup>②</sup>

امام بخاری رحمۃ اللہ کے مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی

آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ بھی نہایت وسیع تھا، مشہور محدث امام فربری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ”امام صاحب سے براہ راست نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا۔“<sup>③</sup>

امام نووی رحمۃ اللہ شارح مسلم لکھتے ہیں:

”امام صاحب کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا، دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی اس میں شریک ہوتے تھے، ان کی مجلس درس کبھی مسجد میں اور کبھی ان کے

① تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، یوسف المزی، جمال الدین، ج 24، ص 431-433

② ایضاً، 434، 433

③ (ا) ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م 923ء)، ص 33

(ب) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، یوسف المزی، جمال الدین، ج 24، ص 480

مکان میں منعقد ہوتی تھی، ان کے شاگرد بڑے پایہ کے علماء و محدثین تھے، مثلاً حافظ ابو عیسیٰ اترندی رحمہ اللہ، ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ، مسلم بن حجاج رحمہ اللہ وغیرہ جو ارکانِ ستہ کے جلیل القدر رکن ہیں۔<sup>①</sup>

امام ذہبی رحمہ اللہ اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”ابوزرعہ، ابو حاتم، ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی اور ابو عبد اللہ الفربری رحمۃ اللہ علیہم بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شامل ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے اور ہزاروں کو نفع پہنچایا۔“<sup>②</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کا قوتِ حافظہ

امام صاحب رحمہ اللہ خود کہتے ہیں:

”مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں، اور اس جامع صحیح کو میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔“<sup>③</sup>

امام صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ جس وقت بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے آپ کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ سوا احادیث کے متن اور سندوں میں الٹ پھیر کر کے دس آدمیوں کے حوالہ کیا کہ ہر شخص ان میں سے دس حدیثیں اسی طرح امام صاحب رحمہ اللہ کے سامنے پیش کرے، شہر کے بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے جمع ہوئے، پھر ان محدثین نے حدیثیں پیش کیں ہر مرتبہ امام موصوف رحمہ اللہ لا ادری ہی فرماتے رہے، جب سب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام صاحب رحمہ اللہ نے ہر متن کو اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنا دیا، لوگ سن کر دنگ رہ گئے، اور آپ

① تہذیب الاسماء و اللغات، یحییٰ بن شرف، النووی، (م 676ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص 173

② تذکرۃ الحفاظ، محمد بن احمد، الذہبی، (م 748ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ، ج 6

③ ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م 923ھ)، ص 290

کے علم و فضل کا ان کو لوہا ماننا پڑا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”تعب اس پر نہیں کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا، کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایت کو غلط شکل میں پیش کیا تھا اس کو بھی بیان کر دیا۔“<sup>①</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کا زہد و تقویٰ

امام موصوف رحمہ اللہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، نماز میں امام صاحب رحمہ اللہ کے استغراق کا واقعہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ایک بار ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد نفل میں مشغول ہو گئے اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قمیص کا دامن اٹھا کر اپنے بعض ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو قمیص کے اندر کچھ ہے تو نہیں، انہوں نے دیکھا تو بھڑنکی جس کے ڈنک سے ستر نشانات تھے، اور جسم کا وہ حصہ متورم ہو گیا تھا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں ایک ایسی سورۃ پڑھ رہا تھا کہ دل چاہ رہا تھا کہ اس کو ختم کر لوں۔<sup>②</sup>

محدثین و فقہاء کی نظروں میں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ

اس بارے چند اقوال درج ذیل ہیں:

1- امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

”اشهد انه ليس في الدنيا مثلك۔“<sup>③</sup>

① فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث، محمد بن عبدالرحمن السنخاوی (902م) دار المناہج، 1426ھ، ص 173۔

② نیل الامانی فی توضیح مقدمة القسطلانی، نجا بن رضوان، الابیاری، (م 1305ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، 2001م، ص 31

③ ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م 852ھ)، ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص 485

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ جیسا دنیا میں کوئی نہیں۔“

2۔ امام خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ما رايت تحت اديم السماء اعلم بحديث رسول الله ﷺ

ولا احفظه من البخارى“<sup>①</sup>

”رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو یاد کرنے والا امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑھ کر

میں نے آسمان تلے کسی کو نہیں پایا۔“

3۔ امام حسین بن محمد العجلی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کا موازنہ کرتے ہوئے

کہتے ہیں: کہ دونوں حافظ تو ہیں لیکن امام مسلم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”لم يبلغ مبلغ محمد بن اسماعيل۔“<sup>②</sup>

”امام مسلم رحمہ اللہ کہاں امام بخاری رحمہ اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔“

4۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ولم ار احدا بالعراق ولا بخراسان فى معنى العلل والتاريخ

ومعرفة الاسانيد اعلم من محمد بن اسماعيل۔“<sup>③</sup>

”میں نے آج تک معانی علل، تاریخ اور معرفۃ السانید میں عراق اور خراسان

میں محمد بن اسماعیل جیسا کسی کو نہیں پایا۔“

5۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”لم تخرج خراسان قط احفظ من محمد بن اسماعيل و لا

قدم منها الى العراق اعلم منه۔“<sup>④</sup>

① تہذیب التہذیب، ابن حجر القسطلانی، (م 852ھ)، ج 9، ص 45

② ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م 852ھ)، ہدی الساری مقدمہ فتح

الباری، ص 484 ③ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ج 2، ص 72

④ ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م 852ھ)، ہدی الساری مقدمہ فتح

الباری، ص 484

”سرزمین عراق و خراسان نے امام بخاریؒ جیسی شخصیت آج تک پیدا نہیں کی۔“  
امام بخاری رحمہ اللہ پر دور آزمائش

حدیث میں ہے:

(( اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل فالامثل . )) ☆

چنانچہ امام موصوف رحمہ اللہ کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحانات میں ڈالا۔ امام موصوف رحمہ اللہ 250ھ میں جب نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ نے لوگوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن یحییٰ کی مجلس درس ماند پڑ گئی، پھر امام صاحب رحمہ اللہ جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم رحمہ اللہ نے ان لفظوں میں کھینچی ہے کہ اہل نیشاپور نے اس سے پہلے کسی والی اور کسی عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لیے نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے امام صاحب رحمہ اللہ نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، امام ذہلی رحمہ اللہ نے اعلان کر دیا تھا کہ کسی اختلافی مسئلہ میں امام صاحب رحمہ اللہ سے گفتگو نہ کی جائے، ورنہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہو تو خراسان کے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے، لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کے آنے کے دو چار دن کے بعد جب آپ کے اشتیاق میں مکانوں اور چھتوں پر لوگوں کا ہجوم تھا، ایک شخص نے قرآن کے الفاظ کے متعلق بار بار سوال کیا، اس لیے مجبوراً امام صاحب رحمہ اللہ کو اس کا جواب دینا پڑا، آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”القرآن كلام الله غير مخلوق الفاظنا من افعالنا و افعالنا

مخلوقة و الامتحان عنه بدعة.“

”قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے، الفاظ ہماری زبان کا فعل ہیں، اور ہمارے تمام

افعال مخلوق ہیں، اور اس مسئلہ میں امتحان لینا بدعت ہے۔“

☆.....السنن الكبرى للنسائي، احمد بن شعيب، النسائي (م 303هـ)، ج 4، ص 307، مؤسسة الرسالة،

بيروت، 1421هـ، حديث 7482

عوام اس دقیق جواب کو نہ سمجھ سکے اور امام ذہلی رحمہ اللہ نے شدت سے امام صاحب رحمہ اللہ کی مخالفت شروع کر دی، اور اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ اس پر امام مسلم رحمہ اللہ، احمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے جو حلقہ درس کے ممتاز طالب علم تھے، امام ذہلی رحمہ اللہ کی ساری تقریروں کو واپس کر دیا اور اس کا حلقہ چھوڑ دیا۔<sup>①</sup>

### امام بخاری رحمہ اللہ کا فقہی مسلک

اس سلسلہ میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ.....

- 1- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے مباحث فقہ کا غالب حصہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک سے ماخوذ ہے۔<sup>②</sup>
- 2- نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی اپنی کتاب ”ابجد العلوم“ میں آپ کو شافعی المسلک لکھا ہے۔<sup>③</sup>
- 3- علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ امام موصوف رحمہ اللہ حنبلی المسلک تھے۔<sup>④</sup>
- 4- علامہ طاہر جزائری رحمہ اللہ کی نظر میں آپ مجتہد مطلق ہیں۔<sup>⑤</sup>
- 5- علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ بلا شک و شبہ مجتہد مطلق تھے اور یہ شہرت کہ آپ شافعی تھے، اور آپ نے مسائل مشہورہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کی پیروی کی ہے صحیح نہیں ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی موافقت بھی امام شافعی رحمہ اللہ سے کم

① شامزئی، نظام الدین، شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ (پی. ایچ. ڈی مقالہ) شعبۂ اسلامیات، سندھ یونیورسٹی حیدرآباد، ص 71، 72، غیر مطبوعہ

② ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر القسطلانی، (م 852ھ)، ص 123

③ ابجد العلوم، صدیق بن حسن، القنوجی، دارالکتب العلمیہ، دمشق، 1978ء، ص 810۔

④ اعلام الموقعین لابن القیم، ج 1، ص 226

⑤ توجیہ النظر الی اصول الاثر، طاہر بن صالح، الجزائر (م 1338ھ)، مکتبۃ المطبوعات

الاسلامیہ، حلب، 1416ھ، ص 185

نہیں ہے۔<sup>①</sup>

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات و تصنیفات

الجامع الصحیح، الادب المفرد، التاريخ الكبير، التاريخ الاوسط، التاريخ الصغير، خلق افعال العباد، جزؤ رفع الیدین، قراءة خلف الامام، بر الوالدین، کتاب الضعفاء، الجامع الكبير، التفسیر الكبير، کتاب الاشریة، کتاب الهبة، کتاب المبسوط، کتاب الکنی، کتاب العلل، کتاب الفوائد، کتاب المناقب، اسامی الصحابة رضی اللہ عنہم، کتاب الوجدان، قضایا الصحابة رضی اللہ عنہم۔<sup>②</sup>

آپ کی شہرہ آفاق کتاب

”الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ و سنتہ و ایامہ“ متعین طور سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ امام موصوف نے اس کتاب کی تصنیف کا آغاز کس سنہ سے کیا، اور کب اس سے فارغ ہوئے، لیکن اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی 241ھ، ابن المدینی م 234ھ اور ابن معین 233ھ کے سامنے پیش کیا تھا۔ ابن معین کا سنہ وفات 233ھ ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے، البتہ اس میں کچھ بعد میں اضافے بھی کرتے رہے۔<sup>③</sup>

یہ کتاب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ/16 سال میں مکمل کی، چنانچہ خود فرماتے ہیں ”صنفت کتابی الصحیح فی ست عشرة سنة۔“<sup>④</sup> چنانچہ اس حساب سے اس کا

- ① فیض الباری علی صحیح البخاری، محمد انور شاہ بن معظم شاہ، کشمیری، اللیبندی، (م 1353ھ)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1426ھ، ج 1، ص 58
- ② تذکرۃ المحدثین، ضیاء الدین اصلاحی، دارالابلاغ، اردو بازار، لاہور، 2014ء، ج 1، ص 180
- ③ لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کانڈھلوی، ص 37
- ④ وفيات الاعیان لابن خلکان، ج 2، ص 335



آغاز 217ھ میں ہوا ہوگا، جب کہ آپ کی عمر شریف 23 سال کی تھی۔<sup>①</sup>

جامع صحیح کے محاسن و فضائل

بخاری شریف کے محاسن و فضائل بے شمار ہیں جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ حافظ ابن

صلاح رحمہ اللہ بخاری و مسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”کتابا ہما اصح الکتاب بعد کتاب اللہ العزیز ثم ان الکتاب

البخاری اصح کتابین صحیحاً و اکثرها فوائد۔“<sup>②</sup>

”کتاب اللہ کے بعد ان دونوں کتابوں کا درجہ ہے، پھر صحیح بخاری کا مرتبہ صحت

اور کثرت فوائد کے لحاظ سے ممتاز و مقدم ہے۔“

چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اجود هذه الكتب كتاب البخاری۔“<sup>③</sup>

”سب سے بہترین کتاب حدیث صحیح بخاری ہے۔“

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو وہ مبتدع ہے، اور

مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔<sup>④</sup>

نیز شاہ صاحب رحمہ اللہ قسم کھا کر کہتے ہیں: ”صحیح بخاری کو جو شہرت و مقبولیت حاصل

ہوئی اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔“<sup>⑤</sup>

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بخاری شریف کے پڑھنے سے قحط سالی دور ہو جاتی

① لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 26

② مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، عثمان بن عبدالرحمن، ابن الصلاح، (م 646ھ)، المكتبة

الفاروقیة، ملتان، پاکستان، س ن

③ تہذیب الاسماء و اللغات، یحییٰ بن شرف، النووی، (م 676ھ)، ج 1، ص 74

④ حجة الله البالغة، احمد بن عبدالرحیم، ولی اللہ، الدھلوی، (م 1176ھ)، دارالجمیل، بیروت،

1426ھ، ج 1، ص 297

⑤ ایضاً، ج 1، ص 350

ہے، اور قحط کے زمانے میں اس کے ختم کی برکت سے بارش کا نزول ہوتا ہے۔“<sup>①</sup>  
صحیح بخاری کو جمع کرنے کا مقصد اور اس کا پورا نام

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”امام بخاری رحمہ اللہ کی اصل غرض احادیث کے ذخیرہ میں سے صحیح، مستفیض اور متصل کا انتخاب ہے اور فقہ و سیرت اور تفسیر کو بھی استنباط کیا ہے اور اخذ حدیث میں جو شرط انہوں نے مقرر کی تھی، وہ بدرجہ کمال پوری کی ہے۔“<sup>②</sup>  
اس سے معلوم ہوا کہ امام موصوف کا مقصود اعظم اپنی الجامع الصحیح میں طرق استنباط ہیں، اسی لیے فقہ البخاری فی تراجم کہا گیا ہے، بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم ابواب میں ہے۔<sup>③</sup>

جامع صحیح کا پورا نام ”الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ و سننہ و ایامہ۔“<sup>☆</sup>

امام رحمہ اللہ بخاری کے تخریج کے شرائط

شروط الائمة پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ ان ائمہ یعنی بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ اور سنن اربعہ کے مصنفین میں کسی سے بھی تخریج روایات میں ان کے شرائط منقول نہیں، بلکہ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:<sup>④</sup>

1- امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی روایت کی تخریج کرتے ہیں جس کے سارے رواۃ صحابی مشہور تک ثقہ ہوں، اور ان کے ثقہ ہونے پر کبار محدثین کا اتفاق۔

① ارشاد الساری لشرح البخاری، ابن حجر القسطلانی، (م 923ھ)، ص 29

② حجة الله البالغة، احمد بن عبدالرحيم، ولي الله، الدهلوی، (م 1176ھ)، ج 1، ص 15

③ لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 24

☆..... شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ، ص 75

④ شروط الائمة الستة، محمد بن موسی المقدسی - محمد بن طاہر الحازمی، دار الکتب العلمیة،

بیروت، 1984ء، ص 1

- 2- اس کی سند متصل ہو منقطع نہ ہو۔
  - 3- جس روایت کے صحابی رضی اللہ عنہ سے دو یا اس سے زیادہ راوی ہوں، وہ نہایت ہی اعلیٰ و ارفع ہوگی، اور اگر ایک ہی راوی ہو اور اس کی سند صحیح ہو تب بھی مضائقہ نہیں، جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں سے حدیث کی تخریج کی ہے جن کی حدیث کو کسی شبہ کی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ترک کر دیا تھا، جس کی مثال امام زہری رحمہ اللہ کے تلامذہ ہیں جو اوصاف کی کمی اور زیادتی کے لحاظ سے پانچ/5 طبقوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔
  - 4- امام بخاری رحمہ اللہ نے ان میں سے طبقہ اولیٰ سے اصالة اور طبقہ ثانیہ سے جن کی احادیث پر ان کو اعتماد ہے، ان کو بخاری میں روایت کیا ہے، لیکن بالاستعاب ایسا نہیں کیا ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے دونوں طبقوں کی حدیث کو بالاستعاب لیا ہے، اسی طرح طبقہ ثالثہ کی روایات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بالکل قبول نہیں کیا ہے، لیکن امام مسلم رحمہ اللہ ان سے بھی کبھی کبھی روایت کرتے ہیں۔<sup>①</sup>
  - 5- اگر روایت معنعن ہو تو راوی کی اپنے شیخ سے لقاء (ملاقات) ضرور ثابت ہونا چاہیے۔
  - 6- نیز اس حدیث کی صحت اور قبولیت پر امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے کے محدثین کا اتفاق ہو، یا امام بخاری رحمہ اللہ کے معاصرین کا اتفاق ہو۔
  - 7- علت اور شذوذ سے پاک ہو۔<sup>②</sup>
- کتب احادیث میں جامع صحیح بخاری کا مقام  
اس سلسلہ میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری  
صحت اور دیگر فوائد کے لحاظ سے صحیح مسلم پر فائق ہے۔<sup>③</sup>

① تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی للسیوطی، (م 911ھ)، دار طیبہ، س ن، ص 41

② ضحی الاسلام، احمد امین، ط، س ن، ج 2، ص 113

③ المنہاج شرح مسلم بن الحجاج، یحییٰ بن شرف، النووی، (م 676ھ)، دار احیاء التراث العربی،

بیروت، 1392ھ، ص 11

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”لا یوازیہ فیہ غیرہ لا صحیح مسلم ولا غیرہ۔“<sup>①</sup>  
 ”صحیح بخاری کا صحیح مسلم یا اور کوئی کتاب مقابلہ نہیں کر سکتی۔“

جامع صحیح میں تعداد روایات

نووی رحمہ اللہ اور ابن صلاح رحمہ اللہ کے نزدیک تکرار کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد 7275 ہے، اور عدم تکرار کے ساتھ 4000۔<sup>②</sup> لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد 7397، اور تکرار کے ساتھ متابعات و تعلیقات کی تعداد 1341 ہے، جن میں اکثر کو امام بخاری رحمہ اللہ نے سنداً بیان کر دیا ہے، اور موقوفات صحابہ رضی اللہ عنہم و مقطوعات تابعین رحمہ اللہ کی تعداد 341 ہے، اس طرح مجموعی تعداد 9407 ہے، غیر مکرر روایات مرفوعہ 2353، اور غیر مکرر متابعات و معلق 160 ہیں، اس طرح غیر مکرر مجموعہ 2513 ہے، اس تعداد میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہ اللہ جن کا تراجم ابواب میں تذکرہ ہے شامل نہیں ہیں۔<sup>③</sup>

جامع صحیح کی خصوصیات

درج ذیل ہیں:

1- امام بخاری رحمہ اللہ نے دوران تالیف میں جب کبھی تالیف کا سلسلہ چھوڑ کر دوبارہ بھی شروع کیا تو اس کی ابتداء بسم اللہ سے کی، اس لیے درمیان میں متعدد جگہوں پر بسم اللہ مذکور ہے۔

2- عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں صیغہ ترمیض سے روایات کے

① البدایة و النہایة، اسماعیل بن عمر بن کثیر، الحافظ، عماد الدین، بیت الافکار الدولیة، س ن، ج 11، ص 28

② تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی للسیوطی، (م 911ھ)، دار طیبیة، س ن، ص 30

③ (ا) ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م 852ھ)، ص 465 (ب) لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 38

ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن معلق روایات کو امام موصوف رحمہ اللہ نے صیغہ جزم سے بیان کیا ہے ان کی صحت کا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن جب صیغہ ترمیض سے بیان کرتے ہیں تو ان کی صحت کا حکم تو نہیں لگایا جائے گا لیکن صحیح بخاری میں آجانے کی وجہ سے ناقابل اعتبار بھی نہیں سمجھا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ نووی رحمہ اللہ کے کلام پر تعقب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں صحیح رائے ہمارے شیخ کی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ صیغہ ترمیض کو ضعف اسناد کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ جب کبھی متن کو بالمعنی اختصار کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو صیغہ ترمیض سے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

3- صحیح بخاری کا امراض و مصائب، دشمنوں کے خوف و غلبہ کی گرانی وغیرہ میں پڑھنا تریاقِ مجرب ہے۔

4- عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جب قال فلاں کہتے ہیں تو یہ مذاکرہ پر محمول ہوتا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کا رتبہ تحدیث سے کم ہے، اور یہ صیغہ وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں روایت ان کی شرط پر نہیں ہوتی، لیکن یہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ کبھی اس کو صیغہ تحدیث سے بھی بیان کر دیتے ہیں۔

5- امام بخاری رحمہ اللہ کا معمول ہے کہ جب حدیث میں کوئی ایسا غریب لفظ آجاتا ہے جس کی نظیر کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کے اقوال نقل کر دیتے ہیں، اسی طرح کبھی باب کی مناسبت سے آیات قرآنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اور اکثر آیات کے بجائے صرف اس کے چند الفاظ نقل کر دیتے ہیں، کتاب التفسیر و کتاب بدء الخلق میں بکثرت اس کی مثالیں ہیں۔

6- محدثین کرام کے نزدیک سندِ عالی کی بڑی خصوصیت رہی ہے، بخاری کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں بائیس روایات ثلاثی ہیں، جن کا تذکرہ حاشیہ پر نہایت جلی قلم سے کیا گیا ہے، ان میں سے بعض ثلاثیات کے شیوخ حنفی ہیں، اور کے متعلق

تحقیق نہیں۔<sup>①</sup>

7- شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے پیش نظر طرق استنباط ہے، اس لیے ایک ہی حدیث کو استنباط مسائل یا کسی دوسرے مقصد سے متعدد مقامات پر بیان کرتے ہیں، مثلاً انما الاعمال بالنیات والی روایت کو تیرہ/13 مقامات پر ذکر کیا ہے، حالاں کہ امام موصوف رحمہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ میں مکرر روایات کو اس کتاب میں داخل نہ کروں گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ بالارادہ اپنی کتاب میں ایک ہی سند و متن کو مکرر نہیں لاتے، اگر کہیں تکرار ہے تو محض اتفاقی ہے۔<sup>②</sup> چنانچہ پوری کتاب میں بائیس/22 روایات مکرر ہیں جو اتنی ضخیم کتاب کے لیے زیادہ نہیں کہیں جاسکتیں۔

8- تاریخ پر بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی مجتہدانہ نظر ہے حضرت الاستاد رحمہ اللہ (یعنی شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی) کی تحقیق میں امام بخاری رحمہ اللہ ہر کتاب کے شروع میں اس کے زمانہ نزول اور مشروعیت کی ابتداء کی طرف بھی کبھی کبھی اشارہ کر دیتے ہیں، خصوصاً جبکہ اس میں کوئی اختلاف ہو اور کبھی صراحت بھی کر دیتے ہیں۔

9- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام موصوف رحمہ اللہ ہر کتاب کے اختتام پر کوئی نہ کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں، جس سے ختم کتاب کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مثلاً بدء الوحی کے آخر میں فكان ذلك اٰخر شان هرقل اور کتاب الحج کے ختم پر و اجعل موتی ببلد رسولک۔ حضرت الاستاد کی رائے ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ہر کتاب کے ختم پر کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے ختم زندگی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کو موت کے استحضار کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔

10- کتاب کی ابتداء اور انتہاء میں گہرا ربط ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے استاد کا قول

① لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 30

② ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م 852ھ)، ص 12

نقل کیا ہے، کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو کتاب التوحید پر ختم کیا، کیونکہ توحید ہی آخرت میں کامیابی اور ناکامی کی اصلی میزان ہے، اور اس کی ابتداء انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے فرمائی، کیونکہ اعمال کی عند اللہ مقبولیت کے لیے اخلاص نیت ضروری ہے، اور آخرت میں صرف وہی اعمال وزنی ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ رضائے الہی کے لیے کیے جائیں، یہ چند خصوصیات لامع کے مقدمہ سے باختصار نقل کی گئی ہیں۔<sup>①</sup>

امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اعتراضات و شبہات

صحیح بخاری کی جن روایات پر دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے نقد کیا ہے ان کی تعداد مجموعی طور پر ایک سو دس/110 ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ عینی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کا مفصل جواب دیا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب دینے کے بعد کہتے ہیں: الحمد للہ اکثر اعتراضات کا جواب کافی اور شافی ہو گیا ہے، بعض جوابات محتمل ہیں البتہ چند جگہوں پر تکلف سے کام لینا پڑا ہے جب کوئی منصف مزاج ان جوابات پر غور کرے گا تو مصنف کی جلالت شان اور کتاب کی عظمت اس کی نظر میں دوبالا ہو جائے گی، اور اس پر واضح ہو جائے گا کہ علماء میں جو اس کو حسن قبول حاصل ہوا اور تمام کتب حدیث پر جو انہوں نے اس کو ترجیح دی، وہ سراسر مبنی برحقیقت ہے، ناقدین کے اصول نقد چند کمزور اصولوں پر مبنی ہے جو جمہور ائمہ کے خلاف ہیں اس لیے معارضہ کے وقت شیخین کی تصریح کو فوقیت حاصل ہوگی۔<sup>②</sup> اسی طرح بخاری کے تقریباً 80/ اور مسلم کے ایک سو ساٹھ/160 روایات پر کسی نوع کا نقد کیا گیا ہے۔<sup>③</sup> حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا اجمالی جواب یہ دیا ہے:

”ینبغی لكل منصف ان يعلم تخريج صاحب الصحيح لای

① شامزئی، نظام الدین، شیوخ امام بخاری رحمہ اللہ (پی. ایچ. ڈی مقالہ) شعبۂ اسلامیات، سندھ یونیورسٹی حیدرآباد، ص 81 غیر مطبوعہ

② ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م 852ھ)، ص 400

③ لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 74

راو کان مقتض بعدالته عنده و صحة حفظه عدم غفلته۔<sup>①</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نہ کرنے کی وجہ

کہا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ حنفیہ سے ناراض تھے اس لیے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، زیلعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے شدتِ تعصب اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر بے جا تنقید کی وجہ سے ان کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل نہیں کی<sup>②</sup>، اسی طرح بعض الناس کے ذریعے امام صاحب رحمہ اللہ پر تعریض کی ہے اور ان پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا ہے، مولانا نعمانی لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمہ اللہ نے امام اعظم کے ساتھ وہی روش اختیار کی جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے ساتھ کی تھی۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”امام جعفر صادق رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے قابلِ استدلال نہیں سمجھا، حالا

ں کہ وہ جمہور امت کے نزدیک ثقہ ہیں۔“<sup>③</sup>

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین کے متعلق عناد و تعصب کا شبہ کرنا نہایت نہ مناسب ہے، اکابر کی شان اس سے بلند تھی، کوثری رحمہ اللہ نے اس بارے میں نہایت مناسب و معتدل رائے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ قابلِ غور امر یہ ہے کہ شیخین نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی حالاں کہ ان کے صغیر السن تلامذہ سے ان کا لِقَاء اور روایت دونوں ثابت ہیں، اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے بعض تلامذہ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نہیں کی، امام بخاری رحمہ اللہ کو امام احمد رحمہ اللہ

① ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ابن حجر العسقلانی (م 852ھ)، ص 443

② نصب الراية لاحاديث الهداية مع حاشية بغية الالمعي في تخريج الزيلعي، عبدالله بن يوسف،

جمال الدين (762ھ)، مؤسسة الريان، بيروت، 1418ء، ج 1، ص 355

③ ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه، عبد الرشيد نعماني، ج 1، مقدمه، ص 28



سے زیادہ ملنے اور ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا اس کے باوجود ان سے صرف دو روایتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، ایک تعلقاً اور دوسری ایک واسطے سے، امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے اپنی کتاب میں سے پورا استفادہ کیا ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح مسلم میں کسی روایت کی تخریج نہیں کی، امام احمد رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں اور ان سے موطا امام مالک کا سماع بھی کیا ہے، لیکن امام مالک رحمہ اللہ کی کل پانچ روایات امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے اپنی کتاب میں درج کی ہیں، ان واقعات اور ان محدثین کرام کے اخلاص و دیانت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کی احادیث کو روایت کرنے والے شرق و غرب ہر چہار سو پھیلے ہوئے تھے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں تھا، اس لیے ان محدثین کرام نے صرف ان راویوں کی روایات کی طرف توجہ مبذول فرمائی جس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس لیے ان محدثین کا دامن ہر تعصب و عناد سے پاک تھا۔<sup>①</sup>

ایک غلط فہمی کا ازالہ

صحیحین سے متعلق ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ نے بہت سے ایسی روایات سے استدلال کیا ہے جو صحیحین میں موجود نہیں ہیں، پھر صحیحین کے اصح ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تجیر کے شارح ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے: صحیحین کے اصحیت مابعد کے لوگوں کے لحاظ سے ہے وہ ائمہ مجتہدین جو ان سے پہلے گزرے ہیں وہ اس زمرہ میں شامل نہیں۔<sup>②</sup>

نیز علامہ کوثری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”شیخین اور اصحاب سنن وغیرہ فقہ اسلامی کی تدوین

① شروط الائمة السنة، محمد بن موسی المقدسی - محمد بن طاہر الحازمی، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1984ء، ص 50

② التقرير والتجیر، محمد بن محمد، شمس الدین، (م 879ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1983ء، ج 3، ص 30

کے بعد پیدا ہوئے اور حدیث کی طرف اعتناء کیا، لیکن ائمہ مجتہدین جو ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے سامنے مرفوع و موقوف اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے فتاویٰ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا، اور مجتہد کی نظر حدیث کی صرف ایک قسم پر محدود نہیں ہوتی، آج ہمارے سامنے اس دور کی جوامع و مصنفات موجود ہیں جن کے مصنفین ائمہ مجتہدین کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں اس لیے علوئے طبقہ کی وجہ سے ائمہ مجتہدین کے لیے احادیث کی اسانید پر غور و خوض کرنا آسان تھا، پھر مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال اس کی صحت کی دلیل ہے کتب ستہ کی ضرورت اور ان سے استدلال مابعد کے لوگوں کے لحاظ سے ہے۔<sup>①</sup>

امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ وفات

یکم شوال 256ھ تریسٹھ/63 سال کی عمر میں دنیائے فانی سے روپوش ہو گئے۔<sup>②</sup> انا

للہ و انا الیہ راجعون۔

① لامع الدراری علی جامع البخاری، محمد زکریا کاندھلوی، ص 74

② طبقات الحنابلة، محمد بن محمد، ابو الحسین بن ابی یعلیٰ، دار المعرفۃ، بیروت، س ن، ج 1،

## فصل دوم:

## تراجم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقاصد

امام بخاری رحمہ اللہ کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج ہے، اسی طرح وہ ان سے بہت سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی کرتے ہیں، اسی لیے بسا اوقات ایک روایت متعدد جگہوں پر نقل کرتے ہیں، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے متعلق ہے، اس کو بیس سے زائد بار نقل کیا ہے، علماء کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ فقہ البخاری فی تراجمہ کہ بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے تراجم ابواب میں جس دقت نظر کا مظاہرہ کیا ہے، اس کو سمجھنے سے بڑے بڑے اہل علم قاصر رہے، اس کی اسی اہمیت کی بنا پر متقدمین اور متاخرین نے تراجم ابواب پر مستقل رسالے لکھے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام موصوف نے بہت سے فقہی فوائد اور حکیمانہ نقطے اپنی کتاب میں بکھیرے ہیں اور غور و فکر کرنے والوں کو اس میں بہت سی نادر چیزیں ملتی ہیں۔<sup>①</sup> آپ رحمہ اللہ کے تراجم کے درجہ ذیل مقاصد ہیں:

1..... (( احیانا يذكر الامام البخاری فی التراجم احادیث لیست علی شرط ثم یورد فی الباب احادیث تصح علی شرطه وتشهد لصحة الحدیث المذكور فی الترجمة ویقصد من هذا تصحیح وتائید الحدیث المشار الیه فی ترجمة الباب. ))

”امام بخاری رحمہ اللہ کبھی کبھار تراجم میں ایسی احادیث بھی لاتے ہیں جو کہ ان کے شرط کے موافق نہیں ہوتی لیکن ترجمہ کی حدیث کے صحیح اور مؤید ہونے کی

① ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص 2

غرض سے باب میں ایسی احادیث لاتے ہیں جو کے ان کے شرط کے موافق ہوتیں ہیں اور ترجمہ میں مذکورہ حدیث کی صحت کی گواہی بھی دیتی ہیں۔“

2..... ((ویدکر احیاناً فی ترجمۃ الباب مسئلۃ استنبطھا عن احادیث صحیحۃ علی شرطہ سواء کانت من صریح النص او اشارۃ النص او الاقتضاء ثم یورد فی الباب احادیث او آیات تكون دلیلاً للمسئلۃ المذكورۃ فی ترجمۃ الباب ولكن لیس بوسع کل واحد ان یدرک وجه الاستدلال ادراکاً کاملًا .)) ☆

”اور بعض اوقات ترجمۃ الباب میں کوئی ایسا مسئلہ ذکر فرماتے ہیں کہ جو آپ نے اپنی شرط کے موافق احادیث صحیحہ سے نکالا ہوتا ہے پھر چاہے (استنباط) صریح النص، اشارۃ النص یا پھر اقتضاء النص ہی سے کیوں نہ ہو اس کے بعد آپ ترجمۃ الباب میں مذکورہ مسئلہ کی تائید کی خاطر آیات یا پھر احادیث بھی باب میں لاتے ہیں، لیکن وجہ الاستدلال کا کامل ادراک اخذ کرنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں۔“

3..... ((واحياناً يذكر فی ترجمۃ الباب مسئلۃ قال بها جماعة من المسلمین من قبل ثم ثبت لديه حسب تحقیقه واجتهاده ما يدل علیه او یشهد له او یرجحه وفي مثل هذه المواضع یقول الامام البخاری فی ترجمۃ الباب ”باب من قال کذا“ او ”ذهب الی کذا .))

☆..... 1-14 تک کے تمام نکات (مقاصد تراجم ابواب صحیح البخاری فی ضوء فقہ البخاری فی تراجمہ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ، 2012ء، شمارہ 10، ص 214-217) سے ماخوذ ہیں۔ (جبکہ یہ نکات ابن منیر کی مشہور کتاب ”المتواری علی تراجم ابواب البخاری“ سے لیے گئے ہیں، جو کے اسی کتاب سے آگے بالتفصیل آرہے ہیں)۔

”اور بعض اوقات ترجمہ الباب میں کوئی ایسا مسئلہ ذکر فرماتے ہیں کہ جس کا قول آپ سے پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت نے کیا ہو، پھر بعد میں وہی مسئلہ آپ کے نزدیک آپ کی اپنی تحقیق اور اجتہاد کے مطابق ثابت ہوا ہو جو کہ اس پر دلالت کرتا ہو، اس کی گواہی دیتا ہو یا پھر اس کو راجح قرار دیتا ہو، اور ان مواضع کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کا ترجمہ الباب میں ”باب من قال کذا“ اور ”ذہب الی کذا“ کا فرمانا ہے۔“

4..... ((واحيانا يذكر في ترجمة الباب مسألة وردت فيها احاديث مختلفة فيجمع في الباب تلك الاحاديث المختلفة ويقصد من هذا التسهيل في الجمع بينهما او الترجيح والاستنباط.))

”اور بعض اوقات ترجمہ الباب میں کوئی ایسا مسئلہ ذکر فرماتے ہیں کہ جس کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہوتی ہیں چنانچہ آپ اس باب میں وہ مختلف احادیث جمع فرمادیتے ہیں اور اس سہولت سے آپ کا مقصد ان احادیث کے مابین جمع یا ترجیح اور ان میں سے مسائل کا استنباط کرنا ہوتا ہے۔“

5..... ((واحيانا تكون الادلة متعارضة في مسألة ما كما سبق تترجح عند الامام البخاري او تحقق صورة التوفيق فيذكر الجمع بينهما في ترجمة الباب ثم يورد تلك الادلة المتعارضة لكي تنشأ في المتعلم قوة الجمع والتوفيق بين تلك الادلة التي ظاهرها التعارض.))

”اور بعض اوقات کسی مسئلہ میں دلائل متعارض ہوتے ہیں پھر اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی دلیل کو راجح قرار دیا ہوتا ہے یا موافقت کی صورت کی تحقیق کی ہوتی ہے تو ایسی صورت میں آپ ترجمہ الباب میں ان دونوں دلائل کے مابین جمع کرنا

ذکر فرماتے ہیں اور بعد میں انہیں اولہ متعارضہ کو لاتے ہیں تاکہ طالب علم میں ان ظاہری متعارض دلائل کے مابین جمع کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔“

6..... ((واحياناً يذكر عدة احاديث في اثبات ترجمة الباب ويرى في تلك الاحاديث من الفوائد المهمة والضرورية التي يجب التنويه بها فمثل هذه المواضع يكتب فيها "باب" بدلا من "فائدة" او "التنبيه" ويظن القارئ انه بدا مسألة جديدة مع انه ليس في الحقيقة باب جديد بل هو كما جرت عادة المؤلفين بانهم يذكرون في مثل هذه المواضع "قف" او "فائدة" او "التنبيه" لكن الامام البخاري لا يحب غير كلمة باب ولا مشاحة في الاصطلاح وذلك كما ورد في كتاب بدا الخلق ترجمة باب قول الله عز وجل "وبث فيها من كل دابة"..... فذكر فيها حديثا يوافق هذه الترجمة ثم قال "باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال".....

”اور بعض اوقات ترجمہ الباب کے اثبات میں آپ چند احادیث ذکر فرماتے ہیں حالیکہ آپ ان احادیث میں ضروری اور اہم فوائد پاتے ہیں چنانچہ ایسے مقامات کی مثال یہ کہ آپ لفظ ”فائدة“ یا ”التنبيه“ کی جگہ لفظ ”باب“ لکھتے ہیں، نیز پڑھنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ شاید یہاں سے کوئی نیا مسئلہ شروع ہو گیا ہے، جبکہ درحقیقت وہ کوئی نیا باب نہیں ہوتا، بلکہ مؤلفین کی عادت کے موافق جاری ہوا ہوتا ہے بایں طور کہ وہ ان جیسے مقامات پر ”قف“ یا ”فائدة“ یا

① الجامع الصحيح للامام البخاري رحمه الله، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب بدء الخلق، باب

قول الله عز وجل و بث فيها من كل دابة، ص 109

② ايضاً، ص 180

”التنبیہ“ جیسے الفاظ لاتے ہیں، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ کو لفظ باب نہایت پسند ہے اور مقولہ مشہور ہے کہ ”لا مشاحۃ فی الاصطلاح“ (یعنی اصطلاح میں کسی پر کوئی پابندی نہیں) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کتاب بدأ الخلق میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَبِثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ﴾ کا ترجمہ وارد ہوا ہے، چنانچہ آپ نے اس باب میں اسی ترجمہ الباب کے موافق احادیث بیان کی ہیں اور پھر فرمایا کہ ”باب خیر مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال۔“

7..... ((واحيانا يذكر كلمة ”باب“ بدل من حاء التحويل او قولهم ”وبهذا الاسناد“ كما فعل في كتاب بدأ الخلق هذا ”باب ذكر الملائكة۔“ ①

”اور بعض اوقات حاء التحويل یا قولہم کی جگہ کلمہ ”باب“ یا ”وبهذا الاسناد“ ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے کتاب بدأ الخلق میں باب ”باب ذكر الملائكة ذکر کیا ہے۔“

8..... ((واحيانا يذكر تحت ترجمة الباب حديثا لا يدل على الترجمة وليست له علاقة بالترجمة حسب الظاهر من الفاظ الحديث المذكور ولكن للحديث طرق مختلفة والفاظ بعض الطرق تدل على الترجمة يقصد من ذكر هذا ان لهذه الترجمة اصلا وليست بدون اصل تماما.))

”اور بعض اوقات ایسی حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جو کہ بظاہر نہ تو ترجمہ الباب پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی تعلق ہوتا لیکن چونکہ اس حدیث کے مختلف طرق ہوتے ہیں اور بعض طرق کے الفاظ ترجمہ پر دلالت کرتے ہیں، لہذا

آپ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ترجمہ کے لیے کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے۔“

9..... ((واحيانا يذكر في ترجمة الباب رايًا ذهب اليه بعض الناس او يمكن ان يقول به احد في المستقبل ولكنه لا يرى صحة ذلك .))

”اور بعض اوقات آپ ترجمہ الباب میں کوئی ایسی رائے بھی لاتے ہیں جو کہ یا تو کسی کا مذہب ہوتا ہے یا ممکن ہو کہ کوئی مستقبل میں ان جیسا قول کرے حالیکہ آپ اس کی صحت کو صحیح نہیں پاتے۔“

10..... ((وهكذا قد يورد في ترجمة الباب حديثا ليس بصحيح عنده رحمه الله و يورد في الباب احاديث صحيحة فيقصد منها الرد على ذلك المذهب او ذلك الحديث المذكور في الترجمة .))

”اور اسی طرح بعض اوقات ترجمہ الباب میں ایسی حدیث بھی وارد ہوتی ہے جو کہ آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی، جبکہ باب میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئیں ہیں، چنانچہ آپ کا مقصد ان کے بیان کرنے سے اس مذہب یا ترجمہ میں مذکورہ حدیث پر رد کرنا ہوتا ہے۔“

11..... ((واحيانا يذكر بعد ترجمة الباب اثر الصحابي او تابعي بدلا من الحديث المرفوع او يكتفي بذكر الآيات فقط ويفعل مثل هذا في الغالب اذا كان لفظ الترجمة جزء من حديث ليس على شرط البخاري ويشير بهذا الى ان الحديث وان كان ورد بهذا اللفظ الا انه ليس صحيحا على شرطه ومع ذلك فهو صالح للعمل .))

”اور بعض اوقات ترجمہ الباب کے بعد مرفوع حدیث کی جگہ صحابی رضی اللہ عنہ یا



تابعی رحمہ اللہ کا اثر لاتے ہیں یا پھر صرف آیات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، اور آپ اکثر یہی رویہ اپناتے ہیں جب ترجمہ کا لفظ کسی ایسی حدیث میں سے ہو جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شرط پر نہ ہو، اور اس کے ذریعے سے آپ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگرچے حدیث ترجمہ میں موجود لفظ کی بناء پر ان کی شرط کے موافق تو نہیں، لیکن پھر بھی وہ قابل عمل ہے۔“

12..... ((واحيانا يذكر في ترجمة الباب آية من القرآن ويشرحها بالحديث او يخصص عمومها او يقيد اطلاقها او يعين محتملاتها او يذكر حديثا في ترجمة الباب ويقصد من الآية تخصيصها او تعيين احد الاحتمالات او شرحها.))<sup>1</sup>

”اور آپ بعض اوقات ترجمہ الباب میں کوئی ایسی قرآنی آیت بھی لاتے ہیں جس کی تشریح حدیث کے ذریعے سے کرتے ہیں یا پھر اس کو خاص، مقید یا معین کر دیتے ہیں، اور یا پھر ترجمہ الباب میں کوئی حدیث ذکر فرما دیتے ہیں جس کا مقصد اس کا قرآنی آیت کے ذریعے سے مقید، معین بنانا یا پھر اس کی تشریح کرنا ہوتا ہے۔“

13..... ((واحيانا يقصد فقط تمرين طلاب الحديث على الاستدلال بالحديث حسب المسئلة المطروحة.))<sup>2</sup>

”اور بعض اوقات آپ کا مقصد حدیث کے طالب علموں کو ایک حدیث سے مسئلہ کے استدلال کی مشق کرانا ہوتا ہے۔“

14..... ((لقد سلك الامام البخارى في كثير من تراجم ابوابه مسلك اهل السير والمؤرخين وهو استنباط امر خاص

1 رسالة شرح تراجم ابواب صحيح البخارى، ولي الله بن عبدالرحيم، الدهلوي، طبع دار الحديث،

2 ايضا

بيروت، 1997ء، ص 125

لیتعلق بحادث ما من طرق الروایات والفقهاء يتعجبون من هذا لعدم ممارستهم بهذا الفن ولكن اهل السير يعتنون به اعتناء خاصاً.)) ❶

”بلاشبہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اکثر تراجم الابواب میں اہل سیر اور مورخین کے مسلک کی پیروی کی ہے، اور وہ کسی خاص امر کا استنباط کرنا جو کسی ایسے امر حادث سے متعلق ہو جو کہ بہت سی روایات میں سے ہو، اور فقہاء اس کے بارے میں متعجب ہوں بوجہ اس فن سے عدم ممارست کے، جبکہ اہل سیر اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔“

امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجم الابواب کے حوالہ سے نور الدین عمر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ((ولدی الرجوع إلى تلك الدراسات لتراجم البخاری فی صحیحہ ”وجدنا جُهدًا كبيرًا ضخمة، دراسات مفصلة حافلة، قد تناولت تراجم الامام البخاری علی سبیل التفصیل، ترجمة بعد ترجمة، لكن هذه الدراسات مع غزارة فائدتها لم تضبط تراجم البخاری بتقسیم یصنفها تصنیفاً كاملاً، وليبين مسالك كل صنف منها، اللهم إلا محاولتين لضبط هذه التراجم وتصنيف أنواعها.)) ❷

”ہم نے صحیح بخاری میں تراجم بخاری کے جائزے لیتے ہوئے، اس میدان میں بہت ساری کوششوں کو پایا، تفصیلی دراسات پائے، نتیجتاً فرداً فرداً تراجم کی تفصیل

❶ المتواری علی تراجم ابواب البخاری، احمد بن محمد، ابن منیر، (م 683ھ)، طبع دار السلفیہ، المدینہ المنورہ، سن، ص 211

❷ الامام البخاری وفقہ التراجم فی جامعہ الصحیح، محمد عمر، نور الدین، مجلة الشریعت و الدراسات الاسلامیة، کویت، 1406ھ، ج 1، ص 71

کا اہتمام کیا گیا ہے اگرچے یہ تفصیلات مع اپنے کثیر الفوائد ہونے کے باوجود بھی ان تراجم کی ایسی مکمل تفصیل نہیں کہ جو ہر قسم کے راستوں (یعنی اشکالات وغیرہ) کو کھولتا ہو، بلکہ یہ تو صرف تراجم اور ان کے اقسام کی درجہ بندی کی دو کوششیں ہیں۔“

آگے لکھتے ہیں:

((فقد قسم الحافظ ابن حجر التراجم إلى قسمين: ظاهرة وخفية، ثم مضى في الشرح.))  
 ”حافظ ابن حجر نے تراجم کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے: تراجم ظاہرہ اور تراجم خفیہ، پھر ان کی تشریح کی ہے۔“

آگے ان پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

1..... ((أنه لم يُعَنَّ بالتفصيل للتراجم الظاهرة، ولا بين مسالك البخارى فيها، وما امتاز به منها.))

”ابن حجر نے تراجم ظاہرہ کی پوری تفصیل نہیں کی، نہ ہی ان میں امام بخاری کے مسلک کو واضح کیا اور نہ ہی ان کو جدا کیا ہے۔“

2..... ((أنه تداخل معه بحث التراجم الخفية بالظاهرة))

”اس نے تراجم خفیہ کو تراجم ظاہرہ میں داخل کر دیا ہے۔“

3..... ((أنه لم يستكمل كل أنواع التراجم، فلم يذكر النوع الثالث من تقسيمنا الذى أطلقنا عليه اسم التراجم المرسله.))<sup>1</sup>

”اس نے تراجم کی ہر نوع کو مکمل نہیں کیا، چنانچہ اس نے تیسری قسم ہماری تقسیم

میں سے یعنی تراجم مرسلہ کا ذکر نہیں کیا۔“

نیز آپ لکھتے ہیں:

((المحاولة الثانية: للعلامة مُحَدِّثُ الْهِنْدِ وَلِيُّ اللَّهِ الدَّهْلَوِي فِي كِتَابِهِ ”شرح تراجم أبواب البخاري“ صَدَّرَ بِهَا كِتَابَهُ هَذَا.))

”دوسری کوشش علامہ محدث الہند ولی اللہ دہلوی کی ہے جنہوں نے اپنی کتاب کی ابتدا“  
شرح تراجم أبواب البخاری“ سے کیا۔“

((أنه يترجم بحديث مرفوع ليس على شرطه، ويذكر في الباب حديثاً شاهداً له على شرطه))

”وہ (یعنی امام بخاری رحمہ اللہ) ترجمہ میں کوئی ایسی حدیث مرفوع لاتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق نہیں ہوتا، اور باب میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق ہو۔“

((أنه يترجم بمسألة استنباطها من الحديث بنحو من الاستنباط من نصه أو إشارته أو عمومه أو إيمائه.))

”وہ ترجمہ میں کوئی ایسا مسئلہ لاتے ہیں جو حدیث سے مستنبط ہو اس طور پر کہ مستنبط ہو اپنی نص، اشارے یا عموم سے۔“

((أنه يترجم بمذهب ذُهب إليه قبل، ويذكر في الباب ما يدل عليه من غير قطع بترجيح ذلك المذهب، فيقول: باب من قال كذا.))

”وہ ترجمہ میں کوئی ایسا مذہب لاتے ہیں جس کی طرف پہلے سے ذہاب ہوا ہو، اور باب میں کوئی ایسی چیز لاتے ہیں جو اس مذہب کے رائج ہونے پر بغیر قطع کے دلالت کرتا ہو، پس وہ کہتے ہیں: باب من قال كذا۔“

(( أنه يترجم بمسألة اختلفت فيها الأحاديث ، فيأتي بتلك الأحاديث على اختلافها ، لِيُقَرَّبَ إِلَى الْفَقِيهِ مِنْ بَعْدِهِ أَمْرَهَا ، مثاله (بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبُرَازِ) جمع فيه حديثين مختلفين . ))

”وہ ترجمہ میں کوئی ایسا مسئلہ لاتے ہیں جس میں احادیث مختلف ہوں، پس ان احادیث کو اپنے اختلاف کے ساتھ لاتے ہیں، تاکہ بعد والے فقیہ پر اس کا معاملہ واضح ہو، اس کی مثال (بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبُرَازِ) اس میں انہوں نے دو مختلف حدیثیں جمع کیں ہیں۔“

(( أنه قد تعارض الأدلة ويكون عند البخاري وجه التطبيق بينهما ، بحمل كل واحد على محمل ، فيترجم بذلك المحمل إشارة إلى وجه التطبيق . مثاله: (بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يُحْبَطَ عَمَلُهُ ، وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِضْرَارِ عَلَى التَّقَاتِلِ وَالْعِصْيَانِ) ، ذكر فيه حديث: سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ . ))

”بعض اوقات دلائل متعارض ہوتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں دونوں میں وجہ التطبيق ہوتی ہے، بایں صورت کہ ہر ایک کو کسی محمل پر ڈال دے، پس وہ وجہ تطبيق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ترجمہ میں وہی محمل لاتے ہیں۔ اس کی مثال (بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يُحْبَطَ عَمَلُهُ وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِضْرَارِ عَلَى التَّقَاتِلِ وَالْعِصْيَانِ) ، انہوں نے اس میں سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ والی حدیث ذکر کی۔“

(( أنه قد يجمع في باب أحاديث كثيرة ، كل واحد منها يدل على الترجمة ، ثم يظهر له في حديث واحد فائدة أخرى

سوی الفائدة المترجم عليها، وَيُعَلِّمُ عَلَى ذَلِكَ الْحَدِيثَ بِعَلَامَةِ الْبَابِ .))

”بعض اوقات وہ کسی باب میں بہت سی احادیث کو جمع کرتے ہیں، جن میں سے ہر ایک ترجمہ پر دلالت کرتا ہے، پھر جب اسے کسی ایک دوسری حدیث میں مترجم علیہ فائدہ کے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ اس حدیث پر علامۃ الباب کے ذریعے سے نشان لگا دیتا ہے۔“

((أَنَّهُ قَدْ يَكْتُبُ لَفْظَةَ (بَابٍ) مَكَانَ قَوْلِ الْمُحَدِّثِينَ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ . وَذَلِكَ حَيْثُ جَاءَ حَدِيثَانِ بِإِسْنَادٍ وَاحِدٍ .)) ❶

”بعض اوقات وہ محدثین کے قول و بہذا الإسناد کی جگہ لفظ باب لکھتے ہیں اور ایسا تب ہوتا ہے کہ جہاں دو حدیثیں کسی ایک سند سے آئیں ہوں۔“

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ نور الدین عمر رحمہ اللہ نے ”جامع صحیح بخاری“ کے تراجم الابواب کو بذات خود چار انواع پر تقسیم کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

((وَهَكَذَا كَانَتْ الْحَاجَةُ مَاسَّةً لِتَقْسِيمِ حَاصِرٍ، وَتَصْنِيفِ ضَابِطٍ لِأَنْوَاعِ فَنُونِ التَّرَاجِمِ فِي "صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ"، وَقَدْ تَوَصَّلْنَا إِلَى تَقْسِيمِ مَبْتَكِرٍ لِأَنْوَاعِ التَّرَاجِمِ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ، وَاسْتِقَامَ لَنَا هَذَا التَّقْسِيمِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْوَاعٍ مِنَ التَّرَاجِمِ، اخْتَرْنَا لِكُلِّ نَوْعٍ مِنْهَا تَسْمِيَةً، نَرْجُو أَنْ تَكُونَ مَحَلَّ الْقَبُولِ لَدَى الْعُلَمَاءِ الْأَفَاضِلِ، وَهَذِهِ الْأَنْوَاعُ هِيَ التَّالِيَةُ:

”اس طرح صحیح بخاری کے تراجم کی ایک محدود اور عمدہ درجہ بندی کی ضرورت محسوس ہوئی، اور بلاشبہ ہم نے تراجم بخاری کی ایک اعلیٰ تقسیم کو پایا ہے، اور

❶ (۱) ایضاً، ص 73، 72 (ب). رسالۃ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، ولی اللہ بن عبدالرحیم، الدہلوی، طبع دار الحدیث، بیروت، 1997ء، ص 2-5

تراجم میں سے ہم پر یہ تقسیم چار انواع کی ظاہر ہوئی، ہم نے ہر نوع کا نام رکھا، اس امید پر کہ افاضل علما کے ہاں یہ مقبول ہوگی، اور وہ انواع یہ ہیں:

أَوَّلًا: ..... التَّرَاجِمُ الظَّاهِرَةُ: وہی التي تطابق الأحاديث التي تخرج تحتها مطابقة واضحة جليلة، دون حاجة للفكر والنظر.

”پہلی قسم: ..... تراجم ظاہرہ: وہ ہیں کہ جن کے تحت وہ احادیث ہیں جو کہ واضح طور پر بغیر کسی غور و فکر کے مطابقت رکھیں۔“

((ثَانِيًا: ..... التَّرَاجِمُ الاستنباطية: وهي التي تدرك مطابقتها لمضمون الباب بوجه من البحث والتفكير القريب أو البعيد.))

”دوسری قسم: ..... تراجم استنباطیہ: وہ ہیں کہ جن کی مطابقت مضمون الباب سے تھوڑی بہت غور و فکر کرنے حاصل ہوں۔“

((ثَالِثًا: ..... التَّرَاجِمُ الْمُرْسَلَةُ: وهي التي اكتفى فيها بلفظ (باب)، ولم يُعَنَّوْنَ بشيء يدل على المضمون بل ترك ذلك العنوان.))

”تیسری قسم: ..... تراجم مرسلہ: وہ ہیں کہ جن میں لفظ باب ہی پر اکتفا کیا گیا ہو، اور کسی ایسی چیز کے ساتھ جو اس کے مضمون پر دلالت کرے عنوان نہ دیا گیا ہو، بلکہ اس عنوان کو چھوڑ دیا ہو۔“

((رَابِعًا: ..... التَّرَاجِمُ الْمُفْرَدَةُ: وهي تراجم لا يُخْرِجُ البخاري فيها شيئاً من الحديث للدلالة عليها.))<sup>❶</sup>

❶ الامام البخاری وفقہ التراجیم فی جامعہ الصحیح، محمد عتر، نورالدین، مجلة الشریعت و

الدراسات الاسلامیة، کویت، 1406ھ، ج 1، ص 74

”چوتھی قسم:..... تراجم مفردہ: وہ ایسی تراجم ہیں کہ جن میں امام بخاری رحمہ اللہ ان پر دلالت کرنے کی غرض سے کوئی حدیث نہیں لائے۔“

نور الدین عمر رحمہ اللہ کی اس تقسیم پر بالترتیب چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1..... (( قول البخاری (بَابُ الْمَاءِ الدَّائِمِ) ثُمَّ أَخْرَجَ فِيهِ الْحَدِيثَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ )) (☆)

”امام بخاری رحمہ اللہ کا قول بَابُ الْمَاءِ الدَّائِمِ پھر اس کے تحت حدیث: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي، ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ كَوْلَايَ هِيَ۔“

2..... (( مثاله عند ”البخاری“ ما ذكر الامام بدر الدين بن جماعة في ”مناسبات تراجم البخاری“ قال فَتَارَةً يَخْتَصِرُ الْحَدِيثَ الْمُتَضَمِّنَ حُكْمَ تَرْجَمَةِ الْبَابِ، وَيُحِيلُ فَهْمَ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَعْرِفُهُ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ، كَحَدِيثِ أَبِي سَلَمَةَ فِي الشُّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ الَّذِي أُوْرَدَهُ لَيْسَ فِيهِ تَصْرِيحٌ بِالْمَسْجِدِ، لَكِنَّهُ جَاءَ مُصَرِّحًا بِهِ فِي رِوَايَةِ أُخْرَى، فَانْتَفَى بِالْإِشَارَةِ فِي الْحَدِيثِ إِحَالَةً عَلَى مَعْرِفَةِ أَهْلِهِ. )) (☆)

”اس کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں وہ ہے جو امام بدر الدین بن جماعہ نے ”مناسبات تراجم البخاری“ میں ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ

☆..... الجامع الصحيح للإمام البخاری رحمہ اللہ، طبع دار السلام، ریاض، 1999ء، کتاب الوضوء، باب

البول في الماء الدائم، حدیث 239

① ہدی الساری مقدمة فتح الباری، ص 57

② الامام البخاری وفقہ التراجم فی جامعہ الصحيح، محمد عمر، نور الدین، ج 1، ص 82۔ (بحر)

ورقة من النسخة المخطوطة بمكتبة الاوقاف، حلب، الخزانة الاحمدية، رقم 318)



بعض اوقات ایک حدیث کو مختصر کر دیتے ہیں جو ترجمۃ الباب کے حکم کو متضمن ہوتا ہے، اور اہل الحدیث میں سے جو اس کی سمجھ رکھتا ہو اس کے حوالے کر دیتے ہیں، جیسے حدیث ابی سلمہ کی جو کے مسجد میں شعر کہنے کے بارے میں ہے، پس بلاشبہ جو حدیث وہ لائے اس میں مسجد (میں شعر کہنے) کی تصریح نہیں ہے، لیکن ایک دوسری حدیث میں وہ اس کو بالتصریح لائے ہیں، پس وہ ایسی حدیث میں اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اس کے جاننے والوں کو حوالہ کرتے ہوئے۔“

3..... ((ومن ذلك في "الجامع الصحيح" قول البخاري في الجنائز، (باب ما يكره من النياحة على الميت) وأخرج فيه حديث المغيرة: من نبح عليه يُعذب بما نبح عليه.....☆☆،  
وحدیث عمر: الميت يُعذب في قبره بما نبح عليه☆☆☆))<sup>①</sup>  
”اور انہیں میں سے ”جامع صحیح“ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا قول جنائز میں (باب ما يكره من النياحة على الميت) اور اس میں حدیث مغیرہ رضی اللہ عنہ: من نبح عليه يُعذب بما نبح عليه لائے ہیں، اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ: الميت يُعذب في قبره بما نبح عليه لائے ہیں۔“

4..... ((مثال ذلك قوله في (الصلاة): (باب يستقبل بأطراف رجله القبلة)، قاله أبو حميد الساعدي، عن النبي

☆☆.....الجامع الصحيح للإمام البخاري رحمه الله، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب الجنائز،

باب ما يكره من النياحة على الميت، حدیث 1291

☆☆☆.....الجامع الصحيح للإمام البخاري رحمه الله، طبع دار السلام، رياض، 1999ء، كتاب الجنائز،

باب ما يكره من النياحة على الميت، حدیث 1292

① هدى السارى مقدمة فتح البارى، ص 80، 81

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. )) ❶

”اس کی مثال نماز میں ان کا قول: (بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ)، اسے ابو حمید ساعدی نے حضور ﷺ سے نقل کیا۔“

جامع صحیح بخاری میں تراجم الابواب کا اجمالی نقشہ  
یہ نقشہ محمد زکریا رحمہ اللہ کاندھلوی کی کتاب ”الابواب و التراجم لصحیح البخاری“ سے لیا گیا ہے:

رقم	التراجم المجردة المحضة التي ليس فيها حديث ولا ذكر مع الترجمة شيئا من الآيات والآثار
-----	--

- 1 باب فضل الصدقة من كسب
- 2 باب التعجيل الى الموقف
- 3 باب الخروج في الفرع وحده
- 4 باب جوائز الوفد
- 5 باب ذكر مصعب بن عمير
- 6 باب اذا اعتق عبدا بينه وبين آخر
- 7 باب ميراث العبد النصراني والمكاتب النصراني واثم من ..... الخ
- 8 باب عمود الفسطاط تحت وسادته
- 9 باب اثم من قذف مملوكه (ليس في محله)

.....

❶ الامام البخاری وفقہ التراجم فی جامعہ الصحیح، محمد عتر، نورالدين، ج 1، ص 87

رقم	التراجم المجردة لكن جعل الآية ترجمة
1	باب قول الله تعالى (وابتلوا اليتيم)
2	باب (و اذا صرفنا اليك نفرا من الجن)
3	باب قول الله تعالى (و اذ قال ابراهيم رب اجعل)
4	باب (و اذ بوانا لابراهيم).....الخ
5	باب قول الله تعالى (و اذكر في الكتب موسى)
6	باب (ان قرون كان من قوم موسى).....الخ
7	باب (وسئلهم عن القرية التي).....الخ
8	باب (و اضرب لهم مثلا اصحاب القرية).....الخ
9	باب قول الله تعالى (و من لم يستطيع منكم) الى (غفور رحيم)
10	باب قول الله تعالى (يا ايها الذين امنوا).....الخ
11	باب قول الله تعالى (وما كان لمؤمن ان يقتل).....الخ
12	باب (و اذ قال موسى لقومه ان الله يامركم).....الخ
13	باب (ام حسبت ان اصحاب الكهف و الرقيم)
14	باب قول الله تعالى (و لو انهم صبروا).....الخ

.....

رقم	التراجم غير المجردة التي ليس فيها حديث مسند لكن ذكر في الترجمة آية او حديثا او اثرا
-----	---

- 1 باب كيف كان بدء الحيض
- 2 باب استواء الظهر في الركوع
- 3 باب يستقبل باطراف رجله القبلة

- 4 باب صلاة الطالب و المطلوب راكبا و ايماء
- 5 باب من صفق جاهلا من الرجال . . . . . الخ
- 6 باب الرياء فى الصدقة
- 7 باب لا يقبل الله صدقة من غلول
- 8 باب صدقة العلانية
- 9 باب صدقة السر
- 10 باب المنان بما اعطى
- 11 باب المحصر و جزاء الصيد
- 12 باب قول النبي ﷺ (اذا تروضا فليستنشق بمنخره الماء)
- 13 باب امر النبي ﷺ اليهود ببيع ارضهم
- 14 باب من رمى جمرة العقبة و لم يقف
- 15 باب الالهلال من البطحاء
- 16 باب اذا وقف فى الطواف
- 17 باب صدقة الكسب و التجارة
- 18 باب من استاجر اجيرا فبين له الاجل . . . . الخ
- 19 باب فى الشرب
- 20 باب من اخر الغريم الى الغد
- 21 باب الانتصار من الظالم
- 22 باب العفو المظلوم
- 23 باب اماطة الاذى
- 24 باب ماجاء فى البينة على المدعى
- 25 باب اذا وقف شيا فلم يدفعه الى غيره
- 26 باب اذا قال دارى صدقة الله

- 27 باب قول الله تعالى (و يسئلونك عن اليتيمى)
- 28 باب من غزا و هو حديث عهد بعرسه
- 29 باب من اختار الغزو بعد البناء
- 30 باب (فاما منا بعد و اما فداء)
- 31 باب هل للاسير ان يقتل و يخدع ..... الخ
- 32 باب قول النبي ﷺ لليهود (اسلموا تسلموا)
- 33 باب ما يعطى البشير
- 34 باب اذا قالوا صبانا ..... الخ
- 35 باب المواعدة من غير وقت
- 36 باب فى النجوم
- 37 باب خلق آدم و ذريته
- 38 باب قوله تعالى (ولقد ارسلنا نوحا ..... الخ)
- 39 باب (و ان الياس لمن المرسلين)
- 40 باب قصة اسحاق بن ابراهيم
- 41 باب (و اذا جاء هم امر من الامن)
- 42 باب (الذين استجابوا لله الرسول ..... الخ)
- 43 باب (هلم شهداءكم)
- 44 باب تفسير سورة المائدة
- 45 باب قال ابن عباس ..... الخ
- 46 باب قوله تعالى (و اعبد ربك)
- 47 باب ما يحل من النساء و ما يحرم
- 48 باب قول الله تعالى (ولا جناح عليكم مما عرضتم ..... الخ)
- 49 باب العدل بين النساء

- 50 باب اذا قال فارقتك.....الخ
- 51 باب لا طلاق قبل النكاح
- 52 باب اذا قال لامراته و هو مكره.....الخ
- 53 باب الظهار
- 54 باب (و التي يثنى)
- 55 باب قوله تعالى (و المطلقت.....) الخ
- 56 باب و قال الله تعالى (و الولدت يرضعن.....) الخ
- 57 باب الطاعم الشاكر.....الخ
- 58 باب اكل المضطر
- 59 باب رفع الايدي في الدعاء
- 60 باب الدعاء اذا هبط واديا
- 61 باب رؤيا يوسف
- 62 باب رؤيا ابراهيم
- 63 باب متى يستوجب الرجل القضاء
- 64 باب ذكر الله بالامر.....الخ
- 65 باب فضل العلم
- 66 باب ما جاء في العلم
- 67 باب العلم قبل القول و العمل
- 68 باب ما جاء في قول الله تعالى (اذا قمتم.....) الخ

① الابواب و التراجم لصحيح البخارى، الكاندهلوى، محمد زكريا بن يحيى، (م 1402هـ)، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الطبعة الاولى، 1433هـ، ج 1، ص 243-248 رقم في نقشه اس غرض سے پیش کیا، تاکہ قاری بیک وقت تمام تراجم و تراجم سے مطلع ہو جائے۔

## امام بخاری رحمہ اللہ پر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے اثرات کا جائزہ

در اصل اس بحث کو سمجھنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ کے مسلک و مذہب کو سمجھنا ہوگا، یعنی کیا امام بخاری رحمہ اللہ مقلد تھے یا مجتہد تھے؟ چنانچہ اس سلسلے میں علماء محدثین کی مختلف آراء ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1..... ((قال محمد بن بشار (م 307هـ): دخل اليوم سيد  
الفقهاء .))<sup>①</sup>

”محمد بن بشار نے کہا: آج تو فقہاء کے سردار داخل ہوئے۔“

2..... ((قال أبو مصعب أحمد بن أبي بكر المديني (م 241هـ):  
محمد بن إسماعيل أفتق عندنا وأبصر من ابن حنبل ، فلما  
اعترض عليه بعض جلسائه قائلاً جاوزت الحد ، قال أبو  
مصعب لو أدركت مالكا ونظرت إلى وجهه ووجه محمد بن  
إسماعيل لقلت كلاهما واحد في الفقه والحديث .))<sup>②</sup>

”احمد بن ابی بکر مدینی نے کہا: ہمارے نزدیک محمد بن اسماعیل زیادہ فقیہ، اور ابن حنبل سے زیادہ بصیرت والا ہے، پھر جب اس کے پاس بیٹھنے والے بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے حد سے تجاوز کیا تو آپ نے کہا: اگر تم نے امام مالک کو پایا ہوتا اور ان کے چہرے اور محمد بن اسماعیل کے چہرے کو دیکھا

② ایضاً، ص 19

① تاریخ بغداد، ج 2، ص 6

ہوتا تب تم ضرور کہتے کہ: دونوں (علم) فقہ اور حدیث میں ایک ہیں۔“

3..... ((يقول ابن تيمية رحمه الله (م758هـ): أما البخاري وأبو داود فإمامان في الفقه من أهل الاجتهاد)) ❶

”ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام بخاری اور امام ابو داؤد فقہ میں مجتہدین ائمہ میں سے ہیں۔“

4..... ((يقول محمد أنور الكشميري رحمه الله (م1352هـ): البخاري عندي سلك مسلك الاجتهاد و لم يقلد احدا في كتابه .)) ❷

”محمد انور کشمیری کہتے ہیں: میرے نزدیک تو امام بخاری رحمہ اللہ مجتہد ہیں اور انہوں نے اپنی کتاب میں کسی کی بھی تقلید نہیں کی۔“

5..... ((يقول نور الدين عتر: أما البخاري فكان في الفقه أكثر عمقا وغوصا وهذا كتابه كتاب إمام مجتهد غواص في الفقه والاستنباط بما لا يقل عن الاجتهاد المطلق لكن على طريقة فقهاء المحدثين النابيين وقد قرأ منذ صغره كتب ابن المبارك وهو من خواص تلامذة أبي حنيفة ثم اطلع على فقه الحنفية وهو حدث كما أخبر عن نفسه واطلع على فقه الشافعي من طريق الكرابيسي كما أخذ عن أصحاب مالك فقهه فجمع طرق الاجتهاد إحاطة واطلاعا فتهياً له بذلك مع ذكائه المفرط وسيلان ذهنه أن يسلك طريق المجتهدين

❶ مجموع الفتاوى، ابن تيمية، احمد بن عبد الحلیم، (م728هـ)، مجمع الملك فهد لطباعة

المصحف الشريف، سعودی عرب، 1425هـ، ج20، ص40

❷ فیض الباری علی صحیح البخاری، ج1، ص438



و يبلغ شأوهم و هذا كتابه شاهد صدق على ذلك حيث يستنبط فيه الحكم من الأدلة ويتبع الدليل دون التزام مذهب من المذاهب والأمثلة التي ضمها بحثنا عن فقهه وما أوجزنا من القول في عمق تراجمهم وتنوع طرق استنباطه يدل على أنه مجتهد بلغ رتبة المجتهدين وليس مقلدا لمذهب ما كما يدعى بعض أتباع المذاهب)) ❶

”نورالدين عتر لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ فقہ میں کافی گہری نظر رکھتے تھے، اور یہ ان کی کتاب ایسی کتاب ہے جو فقہ و استنباط میں کامل بصیرت رکھنے والے مجتہد امام کی ہو، ایسا مجتہد کے جو بیدار و فقیہ محدثین کی راہ پر چلا ہونہ کہ صرف مجتہد مطلق ہو، اور بلاشبہ انہوں نے کم سنی ہی میں ابن مبارک رحمہ اللہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور فقہ حنفیہ پر مطلع ہوئے اور یہ ان کی ابتدا تھی جیسا کہ انہوں خود اپنے بارے میں بتایا، اور امام کراچی سے فقہ شافعی سیکھی جیسا کہ امام مالک کے شاگردوں سے ان کی فقہ سیکھی، چنانچہ انہوں نے اجتہاد کے راستوں کا احاطہ کیا اور ان پر مطلع بھی ہوئے، پس اپنی ذکاوت و حاضر دماغی کے ساتھ وہ اس بات کے لیے تیار ہوئے مجتہدین کی راہ پر چلے اور اپنے عظیم تک پہنچے اور یہ ان کی کتاب اس بات کا کھلی گواہی دیتا ہے کہ کس طرح سے انہوں نے دلائل میں سے ایک حکم نکالا اور کسی مذہب کی پیروی کیے بغیر ایک دلیل کے تابع ہوئے، اور وہ مثالیں جو وہ لائے اور جن سے ہم نے بحث کی اور جو ہم نے ان کے تراجم کی گہرائی اور استنباط کے اقسام کو مختصراً پیش کیا، یہ تمام تر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مجتہد ہیں نہ کہ متقلد

❶ الإمام الترمذی والموازنة بين جامعة وبين الصحيحين - ارشيف ملتقى اهل الحديث، نورالدين عتر،

جیسا کہ بعض نے دعویٰ کیا ہے۔“

6..... ”قاضی ابن ابی یعلیٰ الفراء رحمہ اللہ نے آپ کو ”طبقات الحنابلہ“ میں حنبلی المسلك بتایا ہے۔“<sup>①</sup>

7..... ”علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے ”طبقات الشافعیہ“ میں آپ کو شافعی المسلك بتایا ہے۔“<sup>②</sup>

8..... ”مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہاں ایک مسئلہ کہ اہل الحدیث اور ائمہ محدثین مقلد تھے یا غیر مقلد؟ پھر مقلد ہونے کی صورت میں کس کی تقلید کرتے تھے؟ اور بات یہ ہے کہ جو آدمی بڑا ہوتا ہے اس کو ہر شخص چاہتا ہے کہ ہماری پارٹی میں شامل ہو جائے کیونکہ اس میں تجاذب اور کشش بہت ہوتی ہے اور ہر ایک اپنی طرف کھینچتا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق غیر مقلدین تو کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے اور مقلدین ان کو مقلد مانتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے شوافع نے اپنے طبقات میں ان کو شافعی تحریر کیا ہے، چکی کا پاٹ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ پختہ طور پر مجتہد تھے۔ اگرچہ فقہائے شافعیہ نے ان کو طبقات شافعیہ میں اور غیر مقلدین نے اپنا کہا ہے لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ احناف سے زیادہ ناراض ہے اس لیے نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ شافعی ہیں حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ جتنے احناف سے ناراض ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ شافعیہ کے خلاف ہیں۔ چنانچہ الوضومن القبلة اور قنوت فجر کا باب انہوں نے اپنی کتاب میں نہیں باندھا اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے

① طبقات الحنابلہ، محمد بن محمد، ابن ابی یعلیٰ، (م 526ھ)، دارالمعرفة، بیروت، س ن، ج 1، ص 271

② طبقات الشافعیہ الکبریٰ، عبدالوہاب بن تقی الدین، السبکی، (م 771ھ)، ہجر للطباعة و النشر و لتوزیع، 1413ھ، ج 2، ص 3

پاس روایت موجود نہیں بلکہ قنوت فجر اور درود شریف کی احادیث موجود ہیں ایسے ہی قلتین اور درود شریف کا بھی باب نہیں باندھا حالانکہ ”درود فسی الصلاة“ شافعیہ کے یہاں واجب ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں اور اگر امام صاحب رحمہ اللہ کو مقلد مان ہی لیا جائے تو یہ ہمارے جیسے مقلد نہیں کہلائے جائیں گے کہ بس جو امام نے کہ دیا اسی پر عمل کر لیا بلکہ چونکہ ان کے پاس ایسے ذرائع تھے جن سے وہ اقوالِ ائمہ کو دلائل کی روشنی میں پرکھ سکتے تھے۔“<sup>①</sup>

9..... ”مفتی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

”امام بخاری کا مجتہد ہونا اور امام شافعی کا مقلد نہ ہونا اس طور پر ثابت ہے کہ صحیح بخاری میں امام شافعی سے آپ نے کچھ اخذ نہیں کیا۔ صرف ایک جگہ بلفظ ابن اور یس ان کا نام تو لیا ہے۔ مگر نہ ان سے کوئی حدیث لی ہے۔ اور نہ کوئی کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کی پیروی ہے۔ اور نہ کسی جگہ میں ان کا نام لے کر کسی مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ امام شافعی کو لائق اتباع و باخذ روایت نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا سمجھتے تو ان کی روایت کو ترک نہ کرتے۔ پس باوجود ثقہ ہونے امام شافعی کے، ان سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ تو پھر وہ امام شافعی کو اپنا امام کب سمجھ سکتے تھے۔ اور ان کی تقلید کیسے اختیار کر سکتے تھے۔ اگر امام بخاری امام شافعی کے مقلد ہوتے۔ تو امام شافعی سے کسی مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے۔ جیسا کہ بہت سے مسائل میں آپ نے امام شافعی سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً امام شافعی فرماتے ہیں کہ انسان کے بال بدن سے جدا ہونے پر نجس و ناپاک ہو جاتے ہیں۔ اور جس پانی میں وہ بال

① تفسیر بخاری شریف اردو، محمد زکریا کاندھلوی، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی، سن 1، ج 1،

پڑ جائیں وہ پانی ناپاک اور پلید ہو جاتا ہے۔ سو امام بخاری نے اس قول کو اپنی کتاب میں رد کیا ہے۔ اور اس پانی کا پاک ہونا اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ عینی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ "یعنی ابن ابطال نے کہا ہے مراد امام بخاری کی شافعی کے قول کو رد کرنا ہے۔" امام شافعی فرماتے ہیں کہ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے۔ سو امام بخاری نے اس قول کا خلاف کیا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں امام مالک کا وہ قول وارد کیا ہے جس سے بعض حصہ سر کے مسح کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں صرف دینار درہم لیے جائیں نہ کے ان کی قیمت کے کپڑے سو امام بخاری نے اس کا خلاف کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ کپڑے وغیرہ بھی زکوٰۃ میں لینے درست ہیں۔ چنانچہ بخاری میں باب العرض فی الزکوٰۃ کا باب باندھا ہے۔ علامہ عینی اپنی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے ساتھ ہمارے لوگوں (یعنی حنفیہ) نے دلیل پکڑی ہے۔ اس پر کہ زکوٰۃ میں قیمت دینی جائز ہے۔ اور اسی واسطے ابن رشید نے کہا کہ بخاری اس مسئلہ میں باوجود یہ کہ حنفیوں کے ساتھ بہت مخالف ہیں موافق ہو گئے ہیں۔ اور کرمانی شارح بخاری نے کہا ہے۔ کہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ میں قیمت دینی جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ جیسا امام مالک کا قول ہے۔ کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مسکینوں کے واسطے منتقل نہ ہو۔ سو امام بخاری نے اس کا خلاف کیا۔ اور اپنی صحیح میں فرمایا کہ جہاں کہیں فقیر ہوں۔ ان کو زکوٰۃ دی جائے چنانچہ لکھا ہے:

"باب اخذ الصدقة عن الاغنياء وردہ علی الفقراء حیث كانوا۔"

علی ہذا القیاس صحیح بخاری میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ پس ان

مثالوں کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد تھے۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ امام بخاری کو بہت سے مسائل میں امام شافعی کی رائے سے اتفاق ہے۔ مگر چونکہ کئی ایک مسائل میں ان کو امام شافعی سے اختلاف بھی ہے۔ لہذا اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان مسائل اتفاقہ کے لحاظ سے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد ٹھہرایا جاوے اور ان مسائل اختلافیہ کے لحاظ سے ان کو تارک تقلید امام شافعی نہ خیال کیا جاوے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ جس کا کوئی عقل و انصاف والا قائل نہیں ہو سکتا۔<sup>①</sup>

جائزہ

ان تمام ترااواں اور ان کے علاوہ اور کئی اقوال کے نتیجے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی مقلد نہ تھے، بلکہ آپ رحمہ اللہ کے تراجم کے تحقیقی مطالعے سے کوئی محقق اس بات کا اندازہ آسانی سے لگا سکتا ہے کہ آپ مجتہد مطلق ہی تھے۔ آپ نے خود اپنے ہی فقہی اصول کے تحت اپنی جامع میں ابواب قائم کیے اور مسائل کا استخراج کیا، آپ باوجود یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد و رشید تھے لیکن اکثر مسائل میں آپ کا ان سے اختلاف پایا جاتا ہے، آپ رحمہ اللہ کا یہی اسلوب امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی رہا بہت ہی کم مسائل میں ان کے موافق رہے، جبکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ جتنی موافقت آپ کی اکثر مسائل میں احناف کے ساتھ رہی کم ہی اروں کے ساتھ اتنی موافقت کی۔ واللہ اعلم



① امرتسری، ثناء اللہ - راز، محمد داؤد، فتاویٰ ثنائیہ، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، 1972ء، ج 1،

## باب سوم

استخراج المسائل اور فقہ الحدیث کے میدان میں  
امام ابو حنیفہ اور امام بخاری کے اختلاف کا جائزہ

فصل اول:..... ائمہ احناف اور امام بخاری رحمہ اللہ کے فقہی اصولوں کا جائزہ

## جامع صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ کے بنیادی اصول استنباط

1۔ اضافت کے عموم کے ساتھ احکامات کا استنباط کرنا:

اس کی مثال ”باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین ، وکذا لک النساء ومن کان فی البیوت والقری“ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے ”ہذا عیدنا اهل الاسلام“ کہ یہ اہل اسلام کی عید ہے۔ اس حدیث عید کی جو اضافت اہل اسلام کی طرف کی گئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے عموم سے استنباط کیا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے عورتوں، بستی والوں اور معذوروں کے لیے بھی عید کی نماز میں شریک ہونا ثابت کیا ہے۔<sup>①</sup>

2۔ الفاظ کے عموم سے کسی مسئلے کا استنباط کرنا:

اس کی مثال ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے کہ جس میں زانیہ لونڈی کی بابت استفسار کیا گیا، یعنی اگر وہ بار بار زنا کرے اور پاکیزگی اختیار نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

① فتح الباری، ج 2، ص 475

”ثم ان زنت فليجلدها الحد ثم بيعوها بعد الثالثة و الرابعة“<sup>①</sup>  
 ”پھر اگر وہ زنا کرے تو اس پر حد قائم کر بعد ازاں اگر وہ تیسری اور چوتھی دفعہ زنا  
 کرے تو اس کو بیچ ڈال۔“

اب امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ امة کے عموم سے مدبر غلام کی بیع و شراء کے جواز کا حکم  
 بھی مستنبط کیا ہے، کیونکہ یہ لفظ مدبرہ لونڈی اور دوسری تمام تر لونڈیوں کو شامل ہے۔<sup>②</sup>  
 3۔ دلالت النص سے مسئلہ کا استنباط کرنا:

اس کی مثال ”باب الاستماع في الخطبة“ میں وارد یہ حدیث ”فاذا خرج  
 الامام طرووا الصحف ويستمعون الذكر“<sup>③</sup> ہے، اس حدیث سے امام  
 بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب فرشتے ذکر الہی کو سننے کے واسطے اعمال نامے بند کر  
 دیتے ہیں، تب جمعہ کا خطبہ تو بدرجہ اولیٰ سنتے ہوں گے۔

4۔ قیاس العلة سے مسئلہ کا استنباط کرنا:

اس کی مثال ”باب فضل صلاة الفجر في جماعة“ میں وارد وہ حدیث ہے،  
 جس میں اس شخص کی فضیلت آئی ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتیٰ کہ ادا کر لیتا ہے یہ شخص اس  
 آدمی سے زیادہ فضیلت والا ہے جو نماز عشاء ادا کر کے سو جاتا ہے۔<sup>④</sup> یہ حدیث نماز عشاء کو  
 جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر دلالت کرتی ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے  
 نماز فجر کو جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کو قیاس العلة سے مستنبط کیا ہے، اور وہ ایسے کہ

① الجامع الصحيح للإمام محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله، كتاب البيوع، باب بيع المدبر،  
 طبعة باموق استنبول، س ن، حدیث 2234

② فتح الباری، ج 4، ص 423

③ الجامع الصحيح للإمام محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة،  
 طبعة باموق استنبول، س ن، حدیث 3211

④ الجامع الصحيح للإمام محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله، كتاب الاذان، باب فضل صلاة الفجر في  
 جماعة، طبعة باموق استنبول، س ن، حدیث 651

جب حدیث مذکور سے یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی نماز عشاء کی جماعت کا انتظار بڑی مشقت سے کرتا ہے، تو یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز فجر کو جماعت سے ادا کرنے میں زیادہ مشقت ہوتی ہے، لہذا اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا۔

5۔ شرع من قبلنا سے استنباط کرنا:

اس کے بارے میں تو آپ خود فرماتے ہیں:

”شرع من قبلنا شرع لنا مالم ینکرہ شارعنا ﷺ“<sup>①</sup>

”جب تک شارع ﷺ نے ہم سے پہلی شرع پر انکار نہ کیا ہو وہ ہمارے لیے

بھی شریعت ہے۔“

6۔ سد الذرائع و اعتبار المقاصد کے تحت مسائل کا استنباط کرنا:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث ((إنما الأعمال بالنیات)) کے تحت لکھتے ہیں: ”اور

سد الذرائع اور ابطال التحیل پر اس حدیث سے استدلال کرنا قوی دلائل میں سے ہے۔“<sup>②</sup>

7۔ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے مسئلہ مستنبط کرنا:

امام بخاری رحمہ اللہ عرف کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے:

ابو طییبہ رضی اللہ عنہ نے پیشگی طے کیے بغیر نبی کریم کو سیب لگائی تو آپ ﷺ نے اس کے

لیے کھجور کے ایک صاع کا حکم دیا۔ گویا اس وقت سیب لگوانے کی اجرت ایک صاع معروف

تھی، جسے پہلے طے نہیں کیا گیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس طرح اس ترجمہ باب سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے فعل

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حجام کو مزدوری دی اور آپ نے یہ کام عرف کو مد نظر

رکھ کر کیا اور امام حسن بصری بھی ایسا کرتے تھے۔ پس مزدوری دینا ان کے ہاں عرف عام تھا۔“<sup>③</sup>

① فتح الباری، ج 3، ص 363

② فتح الباری، ج 15، ص 360

③ فتح الباری، ج 4، ص 498



## ائمہ احناف کے فقہی اصول

علی بن محمد ائمہ احناف کے اصول فقہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”علم الشرائع والاحکام والاصل فی النوع الاول التمسک بالکتاب والسنة ومجانبة الهوى والبدعة ولزوم طریق السنة والجماعة الذی کان علیہ الصحابة والتابعون ومضى علیہ الصالحون وهو الذی کان علیہ ادركنا مشايخنا وکان علی ذلک سلفنا اعنى اباحنیفة وabayوسف ومحمدا وعمامة اصحابهم رحمهم الله۔“<sup>①</sup>

”علم الشرائع، احکام اور اصل کی پہلی قسم کتاب و سنت کا مضبوطی سے تھامنا، بدعت اور خواہشاتِ نفسانیہ سے بچنا ہے، نیز اہل سنت اور جماعت کے اس طریقہ کو لازمی پکڑنا ہے کہ جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم تھے اور جس پر وہ صالحین تھے کہ جس پر ہم نے اپنے مشائخ رضی اللہ عنہم کو پایا تھا اور اسی پر ہمارے بڑے تھے میری مراد ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد اور ان کے عام شاگرد ہیں اللہ ان پر رحم کرے۔“

ذیل میں ہم ہر ایک کی مثال ذکر کرتے ہیں:

1..... ”قال الله تعالى ﴿يا ايها الذين امنوا اذا قمتم الى الصلاة فاغسلوا وجوهكم..... الاية﴾ ☆ فرض الطهارة غسل الاعضاء الثلاثة ومسح الراس بهذا النص.“<sup>②</sup>

”اللہ کا فرمان ہے: اے ایمان والوں جب تم نماز قائم کرنے کے لیے کھڑے

① کشف بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، (م 482ھ)، میر محمد کتب خانہ، آرام باغ،

کراچی، سن 3، ص 3

☆..... المائدة: 6: 5

② الهداية: علی بن ابی بکر والمرغینانی، (593ھ)، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، ج: 1، ص 17.

ہو جاؤ تو اپنے چہروں کو دھولو۔ الایہ، چنانچہ اس نص سے وضو کے فرائض تین اعضا (چہرہ، ہاتھ اور پاؤں) کا دھونا اور سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔“

2..... ”والمفروض فی مسح الراس مقدار الناصیة وهو ربع

الرأس لما روی مغیرة بن شعبه ان النبی ﷺ..... الخ“ ❶

”اور چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے کہ ایک دن آپ ﷺ..... الخ“

3..... ”نظام الدین شاشی رحمہ اللہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

”اجماع هذه الامة بعد ما توفي رسول الله ﷺ في فروع

الدين حجة موجبة للعمل بها شرعا وكرامة لهذه الامة.“ ❷

اس کی مثال:..... رسول اللہ ﷺ نے صرف دو رات تراویح باجماعت پڑھیں، اس

کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی

جائے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین عملاً و قولاً اختلاف رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں

پورے رمضان مواظبت کے ساتھ بیس رکعات باجماعت تراویح پڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع

منعقد ہو گیا۔ ❸

4..... ”قیاس کی مثال یہ ہے:

”قیاس حرمة اللواطة على حرمة الوطى في حالة الحيض

بعلة الاذى الاستفادة من قوله تعالى: ﴿ولا تقربوهن حتى

❶ الهداية، علی بن ابی بکر، المرغینانی، (م 593ھ)، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، س ن، ج 1،

ص 18

❷ اصول الشاشی مع احسن الحواشی، احمد بن محمد، نظام الدین الشاشی، (م 344ھ)، المصباح،

اردو بازار، لاہور، س ن، ص 78

❸ نصب الرایة لعبد اللہ بن یوسف، ج: 2، ص: 153

یطہرن ﴿☆﴾ ❶

5..... ”استحسان کی مثال یہ ہے: ”جناب رسول اللہ ﷺ نے چاندی سونے کے ظروف کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔“

آپ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا:  
(ہی لهم فی الدنیا ولکم فی الآخرہ . .)

”یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور اور تمہارے لیے آخرت میں۔“ ❷

6..... ”حیلہ شرعی کی مثال یہ ہے:

”قال الطحاوی عن ابي حنيفة إنه قال من وجد ركازا فلا بأس أن يعطى الخمس للمساكين وإن كان محتاجا جاز له أن يأخذه لنفسه قال وإنما أراد أبو حنيفة أنه تأول أن له حقا في بيت المال ونصيبا في الفئء فلذلك له أن يأخذ الخمس لنفسه عوضا عن ذلك .“ ❸

”امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا: اگر کسی کو رکاز ملے تو کچھ باک نہیں اس پر کہ اس میں سے خمس مساکین کو دے، اور اگر وہ خود ہی محتاج ہوں تو اپنے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے، اور کہا: ابو حنیفہ کی مراد اس کے حق میں تاویل کرنا ہے بایں طور کہ اس کا بیت المال، اور مال فیء میں حصہ ہے، چنانچہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اس خمس کو اپنے حصے کے عوض لے لے۔“

☆..... سورة البقرة، 222

❶ نور الانوار فی شرح المنار، احمد بن ابی سعید، ملا جیون، (م 1130ھ)، مرکز الامام البخاری،

صادق آباد، پاکستان، 1419ھ، ج 1، ص 15 ❷ مسند امام اعظم، ص 200

❸ شرح معانی الآثار، احمد بن محمد، الطحاوی، (م 321ھ)، عالم الکتب، بیروت، 1414ھ،

ج 2، ص 180

7..... ”عرف اور اس کی مثال مساوات ہے۔“<sup>①</sup>

نیز امام سرخسی کہتے ہیں:

”الثابت بالعرف كالثابت بالنص“

”جو چیز عرف سے ثابت ہو جائے وہ ایسا ہے گویا کہ نص۔“<sup>②</sup>

جائزہ:..... ان تمام تر اصولوں کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے:

1- امام بخاری رحمہ اللہ شرعی حیلوں کے قائل نہ تھے۔<sup>③</sup>

2- امام بخاری رحمہ اللہ استحسان کے قائل نہ تھے۔<sup>④</sup>

چنانچہ کہا جاسکتا ہے ان اصولوں کے علاوہ تقریباً تمام تر اصول یکساں ہیں۔ واللہ اعلم

بالصواب



① مختصر القدوری فی الفقہ الحنفی، احمد بن محمد، القدوری (م 428ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1418ھ، ص: 144۔

② المبسوط فی الفقہ الحنفی، محمد بن أحمد، السرخسی، (م 483ھ)، ط 1406ھ، دار المعرفة، بیروت: 9/4، 11/15

③ الجامع الصحیح للامام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ، کتاب الزکاة باب فی الرکاز الخمس، طبعة باموق استنبول، س ن، ج 2، ص 137

④ صحیح البخاری، کتاب الاکراه، ج 8، ص 58

## فصل دوم:

## امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ”قال بعض الناس“ کی روشنی میں مذہب احناف کا جائزہ

جامع صحیح بخاری کی معتبر عربی شروحات مثلاً: عمدة القاری لملا علی القاری رحمہ اللہ، فیض الباری لاناور شاہ الکشمیری وغیرہ نے اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے قول ”قال بعض الناس“ کے قیمتی و مسکت جوابات دیئے ہیں لیکن انہی کی تحقیقات پر مشتمل ان موجودہ شروحات کا مطالعہ بھی مفید تر ہے کہ جنہوں نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ علم حدیث کے طالب علم پر کئی فقہی پردے یک جا صورت میں عیاں کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ان نامور شروحات میں تراجم شیخ الہند مولانا محمود حسن الدیوبندی رحمہ اللہ، کشف الباری لمولانا سلیم اللہ خان الدیوبندی مدظلہ، انعام الباری لمفتی محمد تقی عثمانی الدیوبندی مدظلہ، نصر الباری لمولانا محمد عثمان غنی السہار نفوری مدظلہ، احسن الخبر فی مبادی علم الاثر لمفتی محمد حسن جان الشہید رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔ زیر بحث موضوع پر عربی اور اردو ہر دو قسم کی شروحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

جامع صحیح بخاری میں ”قال بعض الناس“ کے کل مقامات کی نشان دہی و علماء

احناف کے جوابات.....

الأول:..... فی الرکاز

”وقال مالك وابن إدريس الرکاز دفن الجاهلية فی قلبه  
وکثیرہ الخمس ولس المعدن برکاز وقد قال النبی صلی اللہ  
علیه وسلم فی المعدن جبار وفی الرکاز الخمس وأخذ عمر  
بن عبد العزیز من کل مائتین خمسة وقال الحسن ما کان من

رکاز فی أرض الحرب ففيه الخمس وما كان في أرض السلم  
ففيه الزكاة وإن وجدت اللقطة في أرض العدو فعرفها وإن  
كانت من العدو ففيها الخمس وقال بعض الناس المعدن  
رکاز مثل دفن الجاهلية لأنه يقال أركز المعدن إذا خرج منه  
شيء قيل له قد يقال لمن وهب له شيء أو ربح ربحا كثيرا أو  
ثمرة أركزت ثم ناقض وقال لا بأس أن يكتمه ولا يؤدي  
الخمس. ❶

”اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا رکاز زمانہ جاہلیت کا دھینہ ہے  
اس کے قلیل اور کثیر میں پانچواں حصہ ہے، اور کان رکاز نہیں ہے اور نبی  
اکرم ﷺ نے کان کے بارے میں فرمایا کہ اس میں سے کوئی گر کر یا کام  
کرتے ہوئے مر جائے تو ہدر ہے اور رکاز میں خمس ہے اور عمر بن عبدالعزیز  
رحمہ اللہ کانوں سے دوسو روپے میں سے پانچ لیا کرتے اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا  
کہ دار الحرب کے رکاز میں سے خمس لیا جائے اور جو دار الاسلام سے ملے اس  
میں زکوٰۃ ہے اور اگر دشمن کے ملک میں لقطہ ملے تو اس کا اعلان کرے، لیکن اگر  
دشمن کا ہے تو اس میں خمس ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ معدن رکاز ہے دھینہ  
جاہلیت کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں اركز المعدن جب اس میں سے کوئی  
چیز نکلے، ان کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی چیز ہبہ کی جائے یا وہ بہت نفع  
کمائے یا اس کے باغ میں بہت پھل نکلے تو کہتے ہیں اركزت پھر ان لوگوں  
نے اپنے قول کے خلاف خود کیا، کہتے ہیں کہ رکاز کو چھپا لینے میں کوئی حرج نہیں  
اور نہ ہی خمس ادا کرے گا۔“

❶ الجامع الصحيح للإمام محمد بن اسماعيل البخاري رحمہ اللہ، کتاب الزكاة باب في الرکاز الخمس،  
طبعة باموق استنبول، س ن، ج 2، ص 137

”قال بدر العيني في عمدة القارى قال بعض الناس قال ابن التين المراد أبوحنيفة.“<sup>①</sup>

”بدرالدين عيني نے کتاب عمدة القارى میں کہا کہ ابن تين رحمہ اللہ نے کہا کہ قال بعض الناس سے امام بخارى رحمہ اللہ کی مراد امام ابوحنيفه رحمہ اللہ ہیں۔“

”قال الشنقيطى في كوثر المعانى الدرارى وحيث إن ابن التين جزم بأن المراد بالبعض هنا أبوحنيفة.“<sup>②</sup>

”علامہ شنقيطى نے بھی كوثر المعانى الدرارى میں کہا کہ ابن تين نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہاں پر بعض الناس سے مراد امام ابوحنيفه رحمہ اللہ ہیں۔“

”وقال الغنيمى في كشف الالتباس أقول نسبة هذا القول إلى أبى حنيفة صحيحة سواء كان مراد البخارى أو غيره ممن وافقه أبوحنيفة.“<sup>③</sup>

”كشف الالتباس میں علامہ غنيمى کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس قول کی نسبت امام ابوحنيفه رحمہ اللہ کی طرف کرنا صحیح ہے چاہے یہ امام بخارى رحمہ اللہ کی مراد ہو یا پھر کسی اور کی۔“

”الركاز فى الصحاح كنوز الجاهلية المدفونة وفى المختار والركاز بالكسر دفين الجاهلية وكما يظهر من كلام البخارى فإن المعدن ليس بركاز وعلى ذلك يظهر منه أن الركاز عنده

① عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الزكاة، محمود بن احمد، العيني، (م 855هـ)، دار

احياء التراث العربى، بيروت، س ن، ج 9، ص 100

② كوثر المعانى الدرارى فى كشف خبايا صحيح البخارى، باب فى الركاز الخمس، محمد الخضر،

الشنقيطى، دارالمؤيد-مؤسسة الرسالة، 1415هـ، ج 12، ص 460

③ كشف الالتباس عما اورده البخارى على بعض الناس، عبدالغنى، الغنيمى، مكتبة المطبوعات

الاسلامية، دمشق، س ن، ص 64

وعند غيره من الأئمة التابعين هو كنوز الجاهلية ودفيناتهم وهو يغاير المعدن والمعدن بقول النبي ﷺ جبار أى الهدر الذى لا شىء فيه بخلاف الركاز لأن الخمس يتعلق فى قليله وكثيره نظرية الحنفية يرى أبو حنيفة كما حكاه البخارى تعميم معنى الركاز ليشمل حتى المعادن أيضا لأنه أفتى بوجوب إخراج الخمس من المعدن أو المال الموهوب أو الربح أو الثمرة والذى ينبت بالأرض. ❶

”دراصل ركاز دفینه جاہلیت کے خزانے کو کہا جاتا ہے جبکہ ركاز كسره کے ساتھ دفینه جاہلیت کو کہتے ہیں، اور جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، پس بلاشبہ معدن ركاز نہیں ہے اور اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ركاز کا معنی امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ ائمہ تابعین رحمہ اللہ کے نزدیک دور جاہلیت کے خزانے اور دفینیں ہیں جو کہ معدن کے علاوہ ہے جبکہ بقول نبی ﷺ معدن، جبار یعنی ہدر ہے یعنی ایسی چیز ہے کہ جس میں سے کچھ نہیں لیا جاتا بخلاف ركاز کے، کیونکہ ان میں چاہے تھوڑا ہو یا بہت خمس لیا جاتا ہے، احناف کی سوچ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خود بیان کیا ہے ركاز کے معنی کو عمومی لیتے ہیں تاکہ اس میں معادن بھی شامل ہو جائیں، کیونکہ انہوں نے معدن یا مال موهوب یا ربح یا پھل اور وہ جو زمین سے اُگے کے بارے میں خمس کی ادائیگی کا وجوبی قول کیا ہے۔“

”قال الطحاوی عن أبی حنیفة إنه قال من وجد ركازا فلا بأس أن يعطى الخمس للمساكين وإن كان محتاجا جاز له أن يأخذه لنفسه قال وإنما أراد أبو حنیفة أنه تأول أن له حقا فى

❶ نصب الراية لعبدالله بن يوسف، ج 2، ص 380



بيت المال ونصيبا في الفىء فلذلك له أن يأخذ الخمس  
لنفسه عوضا عن ذلك. ❶

”امام طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نقل کیا: اگر کسی کو رکاز ملے تو کچھ  
باک نہیں اس پر کہ اس میں سے خمس مساکین کو دے، اور اگر وہ خود ہی محتاج  
ہوں تو اپنے لیے بھی استعمال کر سکتا ہے، اور کہا کہ ابوحنیفہ کی مراد اس کے حق  
میں تاویل کرنا ہے بایں طور کہ اس کا بیت المال، اور مال فیء میں حصہ ہے،  
چنانچہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اس خمس کو اپنے حصے کے عوض لے لے۔“

نیز صاحب نصر الباری (شرح اردو صحیح البخاری) لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں جس مسئلہ پر تعریض کی ہے یہ صرف امام اعظم ہی  
کا مذہب نہیں ہے بلکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ من اهل الكوفة اور امام اوزاعی  
من اهل الشام وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ”المعدن ركاز..... الخ“  
معدن بھی رکاز ہے جاہلیت کے دینے کی طرح کیونکہ عرب لوگ کہتے ہیں ارکز  
المعدن جب اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو  
کوئی چیز بہہ کی جائے یا وہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں میوہ بہت نکلے تو کہتے  
ہیں ارکزت (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں)۔ اگر بنظر غور دیکھا  
جائے تو بخاری رحمہ اللہ کا یہ اعتراض غلط ہے اول تو یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے  
ارکز المعدن کے معنی یہ نہیں بیان کیے ہیں کہ جب معدن میں سے کچھ نکلے  
اور نہ ہی عرب کے محاورے میں ارکز المعدن کے یہ معنی ہیں بلکہ ارکز  
المعدن کے معنی ہیں معدن رکاز بن گئی تو ارکز میں صیرورت کی خاصیت  
ہے جو باب افعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے۔ نیز یہ بھی صحیح نہیں

❶ شرح معانی الآثار، احمد بن محمد، الطحاوی، (م 321هـ)، عالم الکتب، بیروت، 1414ھ، ج 2،

کہ کسی کو کچھ ہبہ ملے یا نفع کمائے تو اسکو ارکزت کہتے ہیں بلکہ عرب لوگ ارکز الرجل جب کہتے ہیں جب وہ کوئی رکاز پائے۔ ”ثم ناقض..... الخ“ یہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرا اعتراض کیا ہے کہ اوپر تو بعض الناس نے تعیم کی کہ معدن کو بھی رکاز بنا دیا اور پھر کہنے لگے کہ اگر کوئی معدن کو چھپالے اور خمس نہ ادا کریں تو مضائقہ نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ سے یہاں بھی فاش غلطی ہوئی۔ امام اعظم کا مذہب سمجھا نہیں اور اعتراض کر دیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے رکاز کا چھپانا اس وقت جائز رکھا ہے جبکہ پانے والا شخص خود محتاج ہو اور خمس بیت المال کے لیے ہے اس میں سارے مسلمانوں کا حق ہے اور خود اس شخص کا بھی حق ہے جس نے رکاز پایا ہے لہذا وہ اگر اپنا حق چھپالے اور بیت المال میں داخل نہ کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس نے تو اپنا حق لیا ہے۔“<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... دراصل امام بخاری رحمہ اللہ اور احناف کا موقف ایک ہی ہے کیونکہ رکاز میں سے خمس کے نکالنے کا کوئی بھی منکر نہیں جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے بیان سے واضح ہے فرق اتنا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ صاحب رکاز کو جب کہ خود ضرورت مند ہو خمس کا حقدار سمجھتے ہیں، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس صورت میں مذہب احناف کی پوری وضاحت نہ جان کر امام صاحب رحمہ اللہ کو مورد اعتراض ٹھہرایا۔

الثانی:..... فی الہبۃ

”إذا قال أحدكم هذه الجارية على ما يتعارف الناس فهو جائز وقال بعض الناس هذه عارية وإن قال كسوتك هذا الثوب فهو هبة.“<sup>②</sup>

① نصر الباری شرح أردو صحیح البخاری، محمد عثمان غنی، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی سن 5، ج 5، ص 166، 167

② صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، باب إذا قال: أحدكم...، ج 3، ص 145

”اگر کوئی دوسرے سے کہے میں نے لوگوں کے رواج کے موافق اس لونڈی کو تیری خدمت میں دیا، تو یہ جائز ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ عاریت ہے، اور اگر کوئی دوسرے سے کہے میں نے تجھے یہ لباس پہنایا تو وہ ہبہ ہوگا۔“

”نظرية الحنفية ومذهب أبي حنيفة في المسألة هكذا إذا قال قائل لمخاطب أخدمتك هذه الجارية أو هذا الغلام على ما يتعارفه الناس، هذه الصيغة عارية، لأنها صريحة في إعارة المنافع دون الرقبة إلا إذا نوى بها الهبة.“<sup>❶</sup>

”احناف کی رائے یہ ہے کہ جب کوئی دوسرے سے کہے میں نے لوگوں کے رواج کے موافق اس لونڈی یا غلام کو تیری خدمت میں دیا (تو اس سے مراد عاریت ہوگی نہ کہ ہبہ)، ہذہ کا صیغہ عاریت کے لیے آتا ہے کیونکہ یہ صریح ہے منافع کے ادھار لینے میں نہ پوری رقبة کے لینے میں مگر یہ کہ اس کے ذریعے سے ہبہ کی نیت کی گئی ہو۔“

ومراده أن لفظ الإخدام للتمليك كما أن لفظ الكسوة كذلك وقد عارضه في ذلك ابن بطال فقال لا أعلم خلافاً أن من قال أخدمتك هذه الجارية أنه قد وهب له الخدمة خاصة فإن الإخدام لا يقتضي تمليك الرقبة كما أن الإسكان لا يقتضي تمليك الدار واستدلال البخاري بقوله فأخدمها هاجر على الهبة لا يصح وإنما صحت الهبة في هذه القصة من قوله فأعطوها هاجر إنتهى وقال أيضا لم يختلف العلماء أنه إذا قال كسوتك هذا الثوب مدة يسميها فله شرطه وإن لم يذكر

❶ الهداية في شرح بداية المبتدى، على بن ابي بكر، المرغيناني (م 593 هـ)، دار احياء التراث العربي،

بيروت، س ن، ج 3، ص 160-161

حدا فهو هبة لأن لفظ الكسوة يقتضى الهبة لقوله تعالى  
فكفارتها إطعام عشرة مساكين . . . أو كسوتهم .<sup>①</sup> ولا  
تختلف الأمة أن ذلك تملك للطعام والكسوة .<sup>②</sup>

”اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ لفظ الإِخْدَام تملیک کے لیے آتا ہے  
جیسے کہ لفظ الكسوة بھی اس کے لیے آتا ہے، جبکہ ابن بطال نے اس کی مخالفت  
کی ہے چنانچہ اس نے کہا: میں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پاتا کہ کوئی  
دوسرے سے کہے کہ میں نے یہ لونڈی تیری خدمت میں دی اور وہ بھی اس کو  
صرف خدمت ہی کے لیے سمجھتا ہے (یعنی اس کو ملک نہیں سمجھتا محض کچھ دیر  
خدمت ہی کے لیے سمجھتا ہے)، کیونکہ اِخْدَام تملیک رقبی کا مقتضی نہیں  
ہے جیسا کہ اسکان تملیک دار کا مقتضی نہیں، پس امام بخاری رحمہ اللہ نے جو  
فأخدمها هاجر على الهبة سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ  
اس قصہ میں ہبہ کے صحیح ہونے کی وجہ ان کا قول فأعطوها هاجر ہے۔ اور  
(ابن بطال نے) یہ بھی کہا کہ علما کا اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر کوئی دوسرے  
سے کہے کسوتك هذا الثوب اور اس سے مراد ایک معین مدت تک پہنانا  
ہی ہو تب تو یہ اس کی (یعنی پہنانے والے) شرط کے مطابق ہوگا (یعنی ہبہ نہ  
ہوگا) ورنہ مدت متعین نہ کی گئی ہو تو اس سے مراد ہبہ ہی ہوگی۔ کیونکہ لفظ  
الكسوة اللہ تعالیٰ کے قول ﴿فكفارتها إطعام عشرة مساكين . . . أو  
كسوتهم﴾ وجہ سے ہبہ کا مقتضی ہے، جبکہ امت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں  
کہ یہ تملیک طعام اور کسوة کے لیے ہے۔“

نیز صاحب انعام الباری کہتے ہیں:

”یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جو اعتراض کیا ہے وہ اس لیے

② فتح الباری، ص 5، ص 188.

① المائدة 5: 89.

عائد نہیں ہوتا، کہ امام بخاری رحمہ اللہ خود کہہ رہے ہیں علی ما یعارف الناس کہ اس کا فیصلہ عرف سے ہوگا۔ اگر عرف اخدم کہہ کر ہبہ کرنے کا ہے تو حنفیہ کے نزدیک بھی محقق ہو جائے گا، لیکن اگر عرف ہبہ کا نہیں بلکہ عاریتہ کا ہے تو پھر عاریت ہی ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو عاریت کا حکم لگایا ہے وہ عرف کی بنیاد پر لگایا ہے، جہاں عرف نہ ہو وہاں عاریتہ کا نہیں ہبہ کا حکم ہوگا۔ اور حضرت ابراہیم کے واقعہ سے استدلال اس لیے درست نہیں کہ اس میں صرف اخدم کا لفظ نہیں ہے بلکہ ساتھ اعطاھا کا لفظ آیا ہے۔<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... امام صاحب رحمہ اللہ نے جو عرف کو سمجھتے ہوئے قول کیا ہے نہایت ملائم ہے، ہاں اگر کسی جگہ عرف کا اعتبار نہیں ہے تب وہاں اخدم بمعنی عاریت کے نہیں بلکہ ہبہ کے ہے۔ لہذا اعتراض کی گنجائش نہیں۔

الثالث:..... فی الہبة

”باب إذا حمل رجل علی فرس فهو كالعمری والصدقة وقال بعض الناس له أن یرجع فیها.“<sup>②</sup>

”اگر کسی نے (اللہ کی راہ میں) کسی کو سواری کے لیے گھوڑا دیا تو وہ عمری اور صدقہ کے حکم میں ہے (یعنی عمری اور صدقہ کی طرح اس کی ملک ہو جاتا ہے اس میں رجوع جائز نہیں ہے)، جبکہ جو بعض لوگوں نے کہ اس میں رجوع کر سکتا ہے۔“

”البخاری مثل للہبة بالعمری والصدقة أما العمری فلقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من أ عمر عمری فہی للمعمر له ولورثته من بعده وأما الصدقة فإنه یراد بها وجه اللہ تعالیٰ

① انعام الباری دروس بخاری شریف، مفتی، محمد تقی، عثمانی، مکتبۃ الحراء، کئے۔ ایریا، کراچی،

س ۷، ج 7، ص 317

② صحیح البخاری، کتاب الہبة، باب: إذا حمل الرجل علی فرس....، ج 3، ص 145

فیقع القبض لله تعالى وإنما يصير للفقير نيابة عن الله تعالى بحكم الرزق الموعود فلا يبقى محل للرجوع. ❶ ولذلك فإنه أورد تحت ترجمة باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته. ❷ نظرية الحنفية قال في الهداية وإذا وهب هبة لأجنبي فله الرجوع فيها ولنا قوله الواهب أحق بهبته ما لم يشب منها ☆☆ ❸ أي ما لم يعوض ولأن المقصود بالهبة هو التعويض للعادة فتثبت ولاية الفسخ عند فواته ، أما الكراهة فلازمة لقوله صلى الله عليه وسلم العائد في هبته كالعائد في قبته. ❹ وهذا لاستباحه أي لا لحرمة. ❺

”امام بخاری رحمہ اللہ ہبہ کے لیے عمری اور صدقہ کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں، چنانچہ عمری کو نبی ﷺ کے قول: من أ عمر عمری فہی للمعمر لہ ولورثتہ من بعدہ ☆.....” جس کسی نے دوسرے کو تمام عمر رہنے کے لیے گھر دیا تو وہ اس کا اور اس کے ورثہ کا اور بعد والوں کا ہے) کی وجہ سے اور صدقہ کو اس وجہ سے ہبہ کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مراد ہوتی ہے، پس اس پر (اصل) قبضہ تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے جبکہ نیابتہ غفیر (کے ہاتھوں میں) یہ بحکم رزق کے لوٹتا ہے چنانچہ اس میں رجوع کا محل ہی باقی نہ رہا، اور یہی وجہ ہے کہ وہ ترجمہ الباب کے تحت لا يحل لأحد أن يرجع فی ہبته وصدقته (کسی کے لیے جائز نہیں کے اپنے ہبہ اور صدقہ میں رجوع کرے) لائے ہیں۔ احناف کا نظریہ یہ ہے: ہدایہ میں کہا گیا کہ: اور جب کوئی کسی اجنبی کو ہبہ کر دے تو اس کے لیے رجوع کرنا (اپنے ہبہ میں) جائز ہے، اور ہماری دلیل آپ ﷺ کا قول: الواهب أحق بهبته ما لم يشب منها (ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا خود زیادہ حقدار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ

لے لے) کیونکہ عموماً ہبہ اس لیے دیا جاتا ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ لے لے پس عوض نہ ملنے کی صورت میں اس کا نسخ کرنا ثابت ہو گیا، اور اس کا مکروہ ہونا تو آپ ﷺ کے قول: العائد فی ہبته كالعائد فی قیئہ (ہبہ میں رجوع کرنے والا گویا کہ ایسا ہے جیسا کہ اپنی تے (اُلٹی) میں رجوع کرنے والا ہو) سے ظاہر ہے، اور یہ امر اس کے قبیح ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حرمت کی وجہ سے۔“

نیز صاحب الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری لکھتے ہیں:

”غرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے آدمی کو کہے حملتک علی هذا الفرس تو یہ ہبہ اور صدقہ ہوتا ہے عمری کی طرح و قال بعض الناس له ان یرجع فیہا، یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حملتک علی هذا الفرس کہنے میں چار احتمال ہیں:

- 1..... عاریت کی نیت ہو تو عاریت۔
- 2..... ہبہ کی نیت کی ہو تو ہبہ۔
- 3..... وقف کی نیت ہو تو وقف فی سبیل اللہ۔
- 4..... کچھ نیت نہ ہو تو ادنیٰ یعنی عاریت ہے، اب امام بخاری رحمہ اللہ جو

① کشف الالتباس، ص 73

☆..... الدرۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ، ابن حجر العسقلانی، (م 852ھ)، دار المعرفۃ، بیروت، س ن، ج 1، 183

② صحیح البخاری، کتاب الہبۃ، ج 3، ص 142

☆☆..... سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ، محمد بن یزید، القزوی، دار احیاء الکتب العربیۃ، کتاب الہبات، باب من وهب ہبۃ رجاء ثوابہا، حدیث 2474

③ الہدایۃ، ج 3، ص 227

④ صحیح البخاری، ج 3، ص 215

⑤ اختلاف الفقہاء، محمد بن نصر، المروزی، (م 294ھ)، اضواء السلف، ریاض، س ن، ص 277

کالعمری فرما رہے ہیں، ہم کہتے ہیں: ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ ہمارے امام صاحب پر اعتراض فرما رہے ہیں کہ حدیث میں تو حمل کے لفظ کو صدقہ قرار دیا گیا ہے آپ کیسے اس کے عاریت قرار دے رہے ہیں۔

**جواب:**..... اصل وضع عاریت کے لیے ہے، لیکن ہبہ اور صدقہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... اس جگہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا صدقہ اور عمری کو ہبہ پر قیاس کرنا کچھ مناسب نہیں، کیونکہ صدقہ اور عمری میں رجوع کرنے پر کوئی صحیح حدیث دال نہیں ہے، لیکن احناف نے اپنے رجوع کے موقف پر احادیث سے دلائل پیش کیے ہیں جبکہ رجوع عند الاحناف بھی بسبب حدیث مکروہ ہے۔

**الرابع:**..... فی الشهادات

”باب شهادة القاذف والسارق والزاني وقوله تعالى ﴿ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا أولئك هم الفاسقون﴾ إلا الذين تابوا من بعد ذلك وأصلحوا ﴿٢﴾ وجلد عمر أبا بكره وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته وأجازه عبد الله بن عتبة وعمر بن عبد العزيز وسعيد بن جبیر وطاووس ومجاهد والشعبي وعكرمة والزهری ومحارب بن دثار وشريح ومعاوية بن قره وقال أبو الزناد الأمر عندنا بالمدينة إذا رجع القاذف عن قوله فاستغفر ربه قبلت شهادته. وقال الشعبي وقتادة إذا أكذب نفسه جلد

① الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، الصوفی، محمد سرور، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان،

1426ھ، ج 3، ص 448

② النور 24: 4-5



وقبلت شهادته وقال الثوري إذا جلد العبد ثم أعتق جازت شهادته وإن استقصى المحدود فقضاه جائرة وقال بعض الناس لا تجوز شهادة القاذف وإن تاب. ❶ ثم قال لا يجوز النكاح بغير شاهدين فإن تزوج بشهادة محدودين جاز وإن تزوج بشهادة عبيد لم يجرز وأجاز شهادة المحدود والعبد والأمة لرؤية هلال رمضان. ❷

”یہ باب جھوٹی تہمت، چوری اور زانی کی گواہی کے بارے میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”اور ان لوگوں کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو، یہی لوگ تو فاسق بد کار ہیں، مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی۔“ اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ (نقیح بن حارث)، شبیل بن معبد اور نافع کو مغیرہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے مارے تھے، پھر ان پر توبہ پیش کی اور فرمایا: جو تم میں سے توبہ کرے تو میں اس کی گواہی قبول کروں گا، اور عبداللہ بن عتبہ، عمر بن عبدالعزیز، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، شعبی، عکرمہ، زہری، محارب بن دثار، شریح اور معاویہ بن قرہ رحمہم اللہ یہ تمام اس کو جائز کہتے ہیں، اور ابوزناد نے کہا کہ ہمارا معاملہ تو مدینے والوں کی طرح ہے اگر قاذف اپنے قول سے پھرا، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی تب اس کی گواہی مقبول ہے، جبکہ شعبی نے کہا اگر وہ اپنے قول کی تکذیب کرے گا تب اس کو کوڑے لگائیں جائیں گے اور پھر گواہی مقبول ہوگی، اور سفیان نے کہا جب غلام کو کوڑے لگائیں جائیں اور پھر آزاد کر دیا جائے تب

❶ (۱) مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، عبدالرحمن بن محمد، داماد آفندی، (م 1078ھ)، ج 2،

ص 192، داراحیاء التراث العربی، س ن (ب) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زین الدین بن ابراہیم، ابن

نجیم، (م 970ھ)، ج 7، ص 86

❷ صحیح البخاری، کتاب الشهادات، ج 3، ص 150

اس گواہی کو قبول کر لینا جائز ہے، اور جب محدود کو قضاوتہ سونپ دی جائے تب اس کے فیصلے جائز ہوتے ہیں، اور بعض لوگوں نے کہا کہ قاذف کی گواہی کو قبول کرنا جائز نہیں اگرچے توبہ ہی کیوں نہ کر لے۔ جبکہ بعد میں کہا نکاح بغیر دو گواہوں کے جائز نہیں، ہاں اگر دو محدود افراد گواہ ہوں تو جائز ہے لیکن اگر گواہ دو غلام ہیں تو جائز نہیں، جبکہ روایت ہلال رمضان میں ان کے نزدیک محدود، غلام اور لونڈی تک کی گواہی مقبول ہے۔“

”إن البخاری قد أخذ علی أهل الرأی تناقضاتہم فی باب الشهادات حیث منعوا شهادة المحدودین ثم أجازوا شهادة اثنين منهم فی النکاح فقط، ولم یجیزوا شهادة العبد فی النکاح ثم أجازوا شهادتہم فی رؤیة هلال رمضان“<sup>①</sup>

”امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الشهادات میں اہل رائے کے اپنے تناقضات کے بسبب پکڑ کی ہے بایں طور کہ پہلے محدودین کی شہادت کو مردود ٹھہراتے ہیں پھر نکاح میں صرف دو (محدودین) تک کو بھی بطور گواہ بنانا جائز مانتے ہیں جبکہ نکاح ہی میں پھر غلام کی گواہی کو نہیں مانتے اور روایت ہلال رمضان میں مانتے ہیں۔“

”عقیدۃ الحنفیۃ: قال صاحب الهدایۃ لا تشترط العدالۃ حتی ینعقد بحضرة الفاسقین عندنا ولنا أنه من أهل الولاية فیکون من أهل الشهادة وهذا لأنه لما لم یحرم الولاية علی نفسه لإسلامه لا یحرم علی غیره لأنه من جنسه والمحدود فی القذف من أهل الولاية فیکون من أهل الشهادة تحملا وإنما الفئات ثمرۃ الأداء بالنهی لجریمته فلا یبالی بتوبته كما فی شهادة ابنی العاقدین ولا بد من اعتبار الحریۃ فیہ لأن العبد لا

① عمدة القاری، ج 13، ص 210

شہادۃ له لعدم الولاية على نفسه فلا تثبت له الولاية على غيره. ❶

”احناف کا عقیدہ یہ ہے: صاحب ہدایہ نے کہا (نکاح کے انعقاد میں) عدالت شرط نہیں حتیٰ کہ ہمارے نزدیک (نکاح) دو فاسق گواہوں کی موجودگی میں بھی منعقد ہو جاتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب (فاسق) اہل ولایت میں سے ہے تو شہادت کا اہل بھی ہوگا اور یہ اس لیے کہ جب وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنے نفس پر ولایت رکھتا ہے تو غیر کے حق میں بھی اس کی ولایت معتبر ہے۔ کیونکہ یہ اسی کی جنس سے ہے، اور جب محدود فی القذف اہل ولایت میں سے ہے تب وہ تحمل شہادت کا اہل بھی ہوگا جبکہ اپنے جرم کی وجہ سے اداے شہادت کا متحمل نہ ہوگا چنانچہ اس کی توبہ کی پرواہ نہ کی جائے گی جیسا کہ عاقدین کے (اپنے) بیٹوں کی گواہی کی نہیں کی جاتی، اور گواہ کا آزاد ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ غلام کی گواہی معتبر نہیں اس بنا پر کہ وہ خود اپنے پر ولایت نہیں رکھتا چہ جائیکہ اپنے علاوہ کسی اور پر کیا حق ولایت رکھ سکتا ہے۔“

”وقال ابن رشد في بداية المجتهد: أما قبول شهادة العدل في هلال رمضان وإن كان عبداً فلأنه أمر ديني يشبه رواية الأخبار“ ❷

”اور ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں کہا: روایت ہلال رمضان کے سلسلے میں عادل کی گواہی کو قبول کرنا اگرچے غلام ہی کیوں نہ ہو، ایک دینی امر کی وجہ سے ہے جو کہ اخبار الروایت کے مشابہ ہے۔“

نیز محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ نکاح کے اندر شہادت کے لیے وہ

❶ الهدایۃ، ج 3، ص 89

❷ بدایۃ المجتہد، ج 2، ص 370 - 386

اس وجہ سے کافی ہیں کہ وہ عادل ہیں ان کی شہادت مقبول نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تحمل شہادت کے اور عدالت کے لائق نہ ہوں۔ اور چاند کے اندر شہادت اس وجہ سے مقبول ہے کہ وہ دوسری نوع کی شہادت ہے حتیٰ کہ استفاضہ اور شہرت بھی اس کے اندر کافی ہے گویا وہ شہادت ہی نہیں بلکہ خبر ہے۔ و کیف تعرف توبتہ اس کے اندر بھی اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر وہ اپنی تکذیب کر لے کہ میں نے جھوٹی گواہی دی تھی بس یہی اس کے تائید ہونے کی علامت ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہر عدالت ہونا کافی ہے جمہور کے نزدیک کوئی مقدار متعین نہیں ہے اور کوئی متعین قاعدہ نہیں ہے۔“<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... کیونکہ احناف کے نزدیک توبہ کے ذریعہ سے اسے اتنا فائدہ ہوا کہ اس کی ولایت باقی رہی اور وہ متحمل شہادت رہا، باقی ادائے شہادت سے وہ اب بھی قاصر ہے اور اس پر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بقیہ تابعین کا قول بھی دال ہے۔ (☆) چنانچہ اعتراض کی گنجائش نہیں۔

**الخامس:**..... فی الوصایا

”باب قول اللہ تعالیٰ (من بعد وصیة یوصی بہا أو دین).“<sup>②</sup>  
ویذکر أن شریحا وعمر بن عبد العزیز وطاووسا وعطاء وابن  
أذینة أجازوا إقرار المریض بدین وقال الحسن أحق ما  
تصدق به الرجل آخر یوم من الدنیا وأول یوم من الآخرة  
وقال إبراهیم والحکم إذا أبرأ الوارث من الدین برء وأوصی

① تقریر بخاری شریف اردو، محمد زکریا الکاندھلوی، مکتبۃ الشیخ، بہار آباد، کراچی، س ن، ج 5،

ص 130

☆..... بدایۃ المجتہد، ج 2، ص 370 - 386

② النساء 4: 11

رافع بن خدیج ألا تكشف امرأته الفزارية عما أغلق عليه بابها وقال الحسن إذا قال لمملوكه عند الموت كنت أعتقتك جاز وقال الشعبي إذا قالت المرأة عند موتها إن زوجي قضاني وقبضت منه جاز وقال بعض الناس لا يجوز إقراره لسوء الظن به للورثة ثم استحسن فقال يجوز إقراره بالوديعة والبضاعة والمضاربة وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث☆☆ ولا يحل مال المسلمین لقول النبي صلى الله عليه وسلم آية المنافق إذا ائتمن خان☆☆☆ وقال الله تعالى (إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها) ① ، ②

”یہ باب اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر کہ وصیت یا دین کے بعد (یعنی حصوں کی تقسیم وصیت اور دین کے بعد ہوگی) اور منقول ہے کہ شریح، عمر بن عبدالعزیز، طاؤس اور ابن اذنیہ رحمہ اللہ (عبدالرحمن بن اذنیہ) نے حالت مرض میں قرض کا اقرار درست رکھا ہے، اور سن بصری رحمہ اللہ نے کہا سب سے زیادہ آدمی کو اس وقت سچا سمجھنا چاہیے جب دنیا میں اس کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہو، (مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت اگر یہ اقرار کرے کہ فلاں کا مجھ پر اس قدر قرض ہے تو یہ اقرار صحیح ہوگا)، اور ابراہیم نخعی اور حکم بن عتبہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر مریض وارث کو بری بتائے (یعنی یوں کہہ دے کہ میرا اس پر کوئی قرض نہیں) تو یہ ابرا

☆☆.....ابوداؤد، کتاب الادب، حدیث 4919

☆☆☆.....صحیح البخاری، کتاب الوصایا، حدیث 2749

① النساء 4: 58

② عمدة القاری، ج 14، ص 41

صحیح ہوگا۔ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی فزار یہ بیوی کے دروازے میں جو مال بند ہے وہ نہ کھولا جائے (مطلب یہ ہے کہ وہ مال اسی کا ہے)، اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کوئی مرتے وقت اپنے غلام سے یہ کہے کہ میں نے تجھ کو آزاد کر دیا تو جائز ہے، اور شععی رحمہ اللہ نے کہا اگر عورت نے اپنی موت کے وقت یہ کہا کہ میرا خاوند مجھ کو مہر دے چکا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہے (یعنی اب عورت کے وارث مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتے)، جبکہ بعض لوگوں نے کہا کہ مریض کا اقرار بعض ورثہ کے حق میں، باقی ورثہ کے لیے بدگمانی کرنے کی وجہ سے صحیح ہوگا، جبکہ ودیعت، بضاعت اور مضاربت میں اس کو جائز کہتے ہیں، جبکہ آپ ﷺ نے فرمایا: (بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ اکثر جھوٹ ہوتے ہیں..... الحدیث، اور مسلمان کا مال (ناجائز طور سے) کھانا حلال نہیں نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ منافق کی ایک نشانی خیانت کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچا دو۔“

”أراد البخاری أن یحتج بجواز إقرار المریض بالدين مطلقا سواء كان المقر له وارثا أو أجنبيا لقوله تعالى (من بعد وصية يوصى بها أو دين) حيث قدمهما على الميراث، ولم يفصل. نظرية الحنفية في كتب الحنفية: وإقرار المریض لوارثه بدين أو عين باطل، لتعلق حق الورثة بماله في مرضه، وفي تخصيص البعض به إبطال حق الباقيين.“<sup>①</sup>

”در اصل امام بخاری رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿من بعد وصية يوصى بها أو دين﴾ کی بنا پر مریض کا حالت مرض میں قرض کے اقرار کا جائز ہونا ثابت

① الامام البخاری و فقہ اهل العراق، ص 165۔

کرنا چاہتے ہیں چاہے مقررہ وارث ہو یا اجنبی بایں طور کہ ان دونوں کو میراث پر مقدم کیا جائے، جبکہ انہوں نے اس کی تفصیل نہیں کی۔ کتب احناف میں احناف کا نظریہ یہ ہے: مریض کا اقرار کرنا ورثہ کے لیے چاہے عین کا ہو یا دین کا باطل ہے، کیونکہ اس میں تمام ورثہ کا حق ہے اور بعض کو اس (مال) کے ساتھ مخصوص کرنے سے بقیہ ورثہ کے حق کا بطلان ہے۔“

نیز محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وقال بعض الناس لا يجوز اقراره“

”حنفیہ پر (پہلا) اعتراض مقصود ہے کہ انہوں نے اقرار لو ارث کو ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص جھوٹ ہی اقرار کر لے، حالانکہ یہ اس مسلمان کے ساتھ بدگمانی ہے ایسا کہم و الظن فان الظن اکذب..... الحدیث لہذا حنفیہ کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے حدیث تو پڑھ دی لیکن اس کے باوجود حنفیہ سے بدگمانی کرتے ہیں، کہ انہوں نے ممانعت اس علت کی وجہ سے کی ہے حالانکہ حنفیہ نے اس وجہ سے منع نہیں کیا ہے بلکہ ممانعت کی وجہ حدیث ہے کہ لا اقرار بدین لہذا ہمارے ساتھ بدگمانی کر کے اعتراض کرنا درست نہیں۔“

”لان النبی ﷺ قال ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث ثم

استحسن فقال يجوز اقراره بالودیعة.“

”(یہ امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرا اعتراض کیا ہے) یعنی پھر خلاف عقل و قیاس ودیعت کے اندر یہ لوگ (حنفیہ) کہتے ہیں کہ اقرار معتبر ہے، حالانکہ قرض و ودیعت کے اندر کوئی فرق نہیں ہے، جیسے وہاں وہ جھوٹ بول سکتا ہے ایسے ہی ودیعت کے اندر بھی جھوٹا اقرار کر سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہم نے جو منع کیا وہ حدیث کی وجہ سے کیا ہے اور ودیعت کے اقرار کی حدیث کے اندر ممانعت نہیں ہے، لہذا وہ جائز ہے نیز ودیعت و قرض اور دین کے

اندر فرق ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اقرار کر لے کسی کے لیے دین کا تو وہ موجب ہو جاتا ہے خواہ جھوٹ ہی اقرار ہوا، اور ودیعت کے اندر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اگر حقیقتہً ودیعت تو اقرار سے واجب ہوگی ورنہ نہیں۔<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... جیسا کہ سہراوی نے بیان کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگرچے مذاہب نقل تو کیے ہیں لیکن اپنا موقف مفصل بیان نہیں کیا، باقی احناف اگر اقرار بالمدین کو ناجائز کہتے ہیں تو حدیث کی رو سے جو اوپر گذر چکا ہے۔

السادس:..... فی اللعان

”باب اللعان وقول الله تعالى (والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهود إلا أنفسهم..... إلى قوله إنه لمن الصادقين)<sup>②</sup>، فإذا قذف الأخرس امرأته بكتابة أو إشارة أو بإيماء معروف فهو كالمتكلم لأن النبي صلى الله عليه وسلم قد أجاز الإشارة في الفرائض وهو قول بعض أهل الحجاز وأهل العلم وقال الله تعالى (فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبياً).<sup>③</sup> وقال الضحاك: (إلا رمزا)<sup>④</sup> إلا إشارة. وقال بعض الناس لا حد ولا لعان ثم زعم أن الطلاق بكتاب أو إشارة أو إيماء جائز وليس بين الطلاق والقذف فرق فإن قال القذف لا يكون إلا بكلام قيل له كذلك الطلاق لا يجوز إلا بكلام وإلا بطل الطلاق والقذف وكذلك العتق وكذلك الأصم يلاعن وقال الشعبي وقتادة إذا قال أنت طالق

① تقریر بخاری شریف اردو، ج 5، ص 144

② النور 24: 6

③ مریم 19: 29

④ آل عمران 3: 41



فأشار بأصابعه تبين منه بإشارته وقال إبراهيم الأخرس إذا  
كتب الطلاق بيده لزمه وقال حماد الأخرس والأصم إن قال  
برأسه جاز ثم روى بعد ذلك أحاديث تفيد استعمال  
النبي ﷺ الإشارة في بعض الأمور مثل قوله ﷺ أنا وكافل  
اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما  
شيئا وكإشارته ﷺ إلى نحو اليمن ثم قوله الأيمان ههنا مرتين  
وقوله صلى الله عليه وسلم والشهر هكذا وهكذا وهكذا  
يعنى ثلاثين.....“ ❶

”یہ باب لعان اور اللہ کے فرمان ﴿والذین یرمون أزواجهم ولم یکن  
لهم شهداء إلا أنفسهم.... إلى قوله إنه لمن الصادقین﴾ (اور  
جو عیب لگائیں اپنی بیویوں کو اور اپنے علاوہ ان کے پاس اور گواہ نہ ہوں.... وہ  
بچوں میں سے ہے..... تک) کے بارے میں ہے، چنانچہ اگر گونگے نے اپنی  
بیوی پر تہمت بذریعہ کتابت، اشارہ یا اور کسی معروف اشارے کے لگائی، پس وہ  
ایسا ہے جیسا کہ بولنے والا ہو، کیونکہ نبی ﷺ نے فرائض میں اشارہ کرنے کی  
اجازت مرحت فرمائی ہے، جو کہ بعض اہل حجاز اور بعض اہل علم کا قول بھی ہے،  
اور اللہ کا فرمان ہے: اور اس کی جانب اشارہ کیا، تو بولے ہم کیوں کر اس شخص  
سے بولے جو بچہ ہے گود میں)، اور ضحاک نے کہا: صرف اشارہ، جبکہ بعض  
لوگوں نے کہا نہ حد ہے نہ ہی لعان، پھر جانا کہ کتابت، اشارہ اور ایما سے طلاق  
دینا جائز ہے، جبکہ طلاق اور قذف میں کوئی فرق نہیں، پس اگر کہا کہ قذف تو  
صرف کلام ہی سے ہوتا ہے تب پوچھا جائے کہ طلاق بھی تو اس طرح ہے کہ  
جائز نہیں ہوتا مگر کلام سے اور اگر ایسا نہیں تب تو طلاق اور قذف دونوں ہی

❶ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، ج 6، ص 173

باطل ہوں اور اسی طرح عتق ہے اور اسی طرح بہرہ لعان کرتا ہے، اور شععی اور قتادہ رحمۃ اللہ نے کہا کہ جب کسی نے کہا کہ انت طالق اور اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا اور بسبب اس اشارہ کے عورت بائٹہ ہوگئی اور ابراہیم نے کہا کہ گونگے نے جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھ دی تو ہوگئی، اور حماد نے کہا کہ جب گونگے اور بہرے نے سر ہلایا تو یہ جائز ہے (یعنی طلاق ہوگئی) پھر اس کے بعد روایت کیا ان احادیث کو جو بعض امور میں نبی ﷺ کے اشارہ کے استعمال کو بتلاتا ہے، اس کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد: أنا وكافل الیتیم فی الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطی وفرج بینہما شیئا ہے (میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور سبب اور وسطیٰ) ان دو انگلیوں سے اشارہ کیا اور ان میں کچھ خلا تھی) اور اس کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد جب یمن کی طرف اشارہ کیا تو فرمایا: الأیمان ہہنا مرتین (ایمان ادھر ہے دو مرتبہ فرمایا) اور اس کی مثال آپ ﷺ کا ارشاد: والشہر هكذا وهكذا وهكذا یعنی ثلاثین.... (اور مہدیہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح یعنی تیس (دن) ہے۔“

”یری البخاری أن الكتابة للأخرس وإشارته تقوم مقام الكلام فی اللعان ويستدل علی قوله بطائفة من الآيات والأخبار فمن الآيات قوله تعالى (فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان فی المهد صبیا). ومن الأخبار قوله صلی اللہ علیہ وسلم أنا وكافل الیتیم فی الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطی..... رأی الحنفیة الأحناف یرون أن اللعان یتعلق بالصریح فی القول، ولا ینعقد بالكتابة والإشارة كما

أن فی القذف لا یحد بالإشارة، لانعدام القذف صریحا. ❶  
ولذلك قال فی الهدایة قذف الأخرس لا یتعلق به اللعان لأنه  
یتعلق بالصریح كحد القاذف ثم قال ولا یحد بالإشارة فی  
القذف لانعدام القذف صریحا. ❷

”امام بخاری لعان میں گونگے کے لیے کتابت اور اشارہ کرنا اس کے حق میں  
کلام سمجھتے ہیں اور باری تعالیٰ کے ارشاد: ﴿فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ  
نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ اور نبی کریم ﷺ کے فرمان: أنا  
وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى ..... ،  
اور کئی بہت سے نصوص سے استدلال کرتے ہیں، احناف کی رائے یہ ہے کہ  
لعان کا تعلق صریح قول سے ہے اور وہ کتابت اور اشارے سے منعقد نہیں ہوتا،  
اس لیے قذف میں محض اشارے کی بنا پر حد نہیں دی جاتی، اس لیے کہ قذف  
جلد منعدم ہو جائے، اور اسی غرض سے ہدایہ میں کہا: گونگے کی تہمت سے لعان  
نہ ہوگا کیونکہ وہ (لعان) قاذف کے حد کی طرح صراحت سے متعلق ہے اور پھر  
کہا قذف میں محض اشارے کی بنا پر حد نہیں دی جاتی، اس لیے کہ قذف جلد  
منعدم ہو جائے۔

نیز قاضی باقی باللہ زاہد لکھتے ہیں:

”اعتراض اول: ان کے نزدیک اگر گونگا آدمی لکھ کر یا اشارہ کیساتھ طلاق  
دیدے تو طلاق کو معتبر سمجھتے ہیں، لیکن اگر کسی پر لکھ کر یا اشارے، کنائے سے  
قذف کر دے، تہمت لگا دے تو اس قذف کو معتبر نہیں سمجھتے، کہتے ہیں کہ اس

❶ صحیح البخاری 2: 278، وفي طبعة باموق استانبول 6: 173 كتاب الطلاق، عمدة القاری

20: 290

❷ الهدایة ج 2، ص 19

قذف کی وجہ سے نہ حد آئے گی نہ لعان، حالانکہ قذف میں اور طلاق میں کوئی فرق نہیں دونوں کے حکم میں اخرس کے لیے انہوں نے فرق کر دیا ہے یہ فرق غیر معقول ہے؟ جواب: قذف اور طلاق میں وجہ فرق نہایت واضح ہے طلاق ان چیزوں میں سے ہے جو ہڈا بھی کہہ دے تو ہو جاتی ہے، لیکن حد اور لعان معمولی شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے، احادیث میں حکم ہے کہ شبہات کی وجہ سے حدود کو ساقط کر دیا کرو، اس ضابطے پر سب کا اتفاق ہے کہ الحدود تندراء بالشبهات، اشارہ خواہ کتنا واضح ہو۔ اس میں شبہات رہتے ہی ہیں اس لیے حنفیہ نے اس میں احتیاط کیا اور یہ احتیاطی قدم حدیث اور مسلمہ اصولوں کے مطابق ہیں۔ اعتراضِ ثانی: اخرس کے قذف کو تو معتبر سمجھا نہیں لیکن اہم کے قذف کو معتبر سمجھتے ہیں، حالانکہ دونوں ایک جیسے ہیں؟ جواب: دونوں ایک جیسے تو نہیں واضح فرق ہے، گونگا بے چارہ نہ بول سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے، نہ اشتباہ کے ازالہ پر قادر ہے لیکن بہرہ اگرچے اس کے سننے میں تو اشتباہ ہے لیکن وہ زبان سے بات کر سکتا ہے اور بات کو صاف کر سکتا ہے جس سے اشتباہ دور ہو سکتا ہے، اس لیے ہم نے دونوں میں فرق کر دیا۔<sup>①</sup>

**جائزہ:** ..... جیسا کہ اوپر گذرا کہ احناف کا مسلک دور رس ہے اور مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ محض شبہ کی وجہ سے وہ محدود نہ ٹھہرے، یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ: قذف میں محض اشارے کی بنا پر حد نہیں دی جاتی، اس لیے کہ قذف جلد منعدم ہو جائے۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف ظاہری نصوص کو جمع کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے۔

**السابع:** ..... فی الإكراه

إذا أكره حتى وهب عبداً أو باعه لم يجز وقال بعض الناس

① تبشیر الناس فی شرح قال بعض الناس، باقی باللہ زاہد، قاضی، نعمان پبلشنگ کمپنی، اردو بازار،

فإن نذر المشتري فيه نذرا فهو جائز بزعمه وكذلك إن  
دبره. ①

”جب کسی کو مجبور کیا گیا حتیٰ کہ اس نے غلام ہیہہ کیا یا اس کو بیچ ڈالا تو یہ جائز نہیں  
جبکہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر مشتری نے اس میں سے نذر مان لی تب ان کے  
گمان کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور اسی طرح ہے اگر اس نے اس (غلام) کو  
مدبر کیا۔“

”أفتى البخارى فى ترجمته لهذا الباب بعدم جواز بيع  
المكره، وهبته، بأنه لو أكره شخص على بيع عبده أو هبته،  
لم يصح البيع والهبة، الحنفية ترى فى بيع المكره ثبوت  
الملك عند القبض ويجوز للمشتري أن يتصرف فيه حيث  
يشاء وتلزمه القيمة كما فى سائر البيوع الفاسدة كما أن ركن  
البيع فى المتعاقدين من أهله والفساد ينتفى بانتفاء شرطه  
وهو التراضى وبالإجازة يرتفع الإكراه وهو كسائر الشروط  
المضمرة عند البيع. ②

”امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے ترجمہ الباب میں مکڑہ کی بیع اور ہیہہ کے ناجائز  
ہونے کا فتویٰ دیا ہے بایں طور کہ اگر کسی شخص کو اپنے غلام کے بیچنے یا ہیہہ کرنے  
پر مجبور کیا گیا تو ایسی بیع اور ہیہہ صحیح نہ ہوگی، جبکہ احناف بیع مکڑہ میں عند القبض  
ثبوت ملک پاتے ہیں، اور مشتری کے لیے اس میں جہاں چاہے تصرف کرنا جائز  
سمجھتے ہیں جبکہ اس پر قیمت لازم ہوگی جیسا کہ تمام بیوع فاسدہ میں ہوتا ہے،  
جیسا کہ متعاقدين میں رکن بیع اس کے اہل ہونے سے ہوتا ہے اور فساد اس کے

① صحیح البخاری، کتاب الاکراہ، ج 8، ص 57

② الامام البخاری و فقہ اہل العراق، ص 169

شرط کے منقہی ہونے کے بسبب ہوتا ہے جو کہ تراضی ہے، جبکہ اجازت کر دینے سے اکراہ مرتفع ہو جاتا ہے جو کہ عندالبیع تمام تر شرائط مضممرہ کی طرح ہے۔“

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

”مہلب نے کہا اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بیع اور ہی مکروہ کا صحیح نہیں ہے، لیکن حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر مکروہ سے خریدے ہوئے غلام یا لونڈی کو کوئی آزاد کر دے یا مدبر کر دے تو خریدار کا یہ تصرف جائز ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ کے اعتراض کا ما حاصل کہ حنفیہ کے کلام میں مناقضہ ہے اگر مکروہ کی بیع صحیح اور مفید ملک ہے تو سب تصرفات خریدار کے درست ہونا چاہیں، اگر صحیح اور مفید ملک نہیں ہے، تب نہ نذر صحیح ہونا چاہئے نہ تدبیر (یعنی مدبر کرنا) اور نذر اور تدبیر کی صحت کا قائل ہونا اور پھر مکروہ کی بیع صحیح نہ سمجھنا دونوں میں مناقضہ ہے۔“<sup>①</sup>

نیز قاضی باقی باللہ زاہد لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بیع جائز نہیں اور حنفیہ بھی اسکو جائز نہیں سمجھتے لیکن آگے ایسی بات کہتے ہیں جو اس کے مناقض ہے، وہ یہ کہ مشتری یا موہوب لہ نے اگر اس غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر بنا دیا تو یہ اعتاق اور تدبیر صحیح ہے، لیکن اگر اس غلام کو آگے بیچ دیا یا ہبہ کر دیا تو وہ صحیح نہیں۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ ایسی اکراہ والی بیع جائز اور مفید ملک ہے یا نہیں؟ اگر اس کو جائز اور مفید للملك سمجھتے ہو تو صرف اعتاق اور تدبیر ہی نافذ نہیں ہونگے بلکہ بیع وغیرہ بھی صحیح ہونی چاہئے، اور اگر یہ بیع جائز نہیں اور ملک کا فائدہ نہیں دیتی، تو پھر کوئی بھی تصرف جائز نہیں ہونا چاہئے؟

**جواب:** یہ ہے کہ بیع ناجائز ہے لیکن ناجائز ہونے کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ باطل ہے

① تیسیر الباری ترجمہ و تشریح صحیح بخاری شریف، وحید الزمان، علامہ، نعمانی کتب خانہ،

اردو بازار، لاہور، 1990ء، ج 6، ص 409

دوسرے یہ کہ فاسد ہے ہمارے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ بیع باطل باصلہ جائز نہیں ہوتی، بیع فاسد میں خرابی اصل کے اعتبار سے ہوتی ہے، بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری قبضہ کرے تو وہ چیز اس کی ملک میں آجاتی ہے، لیکن فساد کی وجہ سے اس بیع کو رد کرنا واجب ہے اس بیع کو ہم نے ناجائز کہا تھا بمعنی فاسد، قبضہ کرنے کے بعد مشتری مالک ہو جائے گا، لیکن اس کا رد ضروری ہے، اب قابل غور ہے یہ کہ اگر رد نہیں کرتا اس میں تصرف شروع کر دیتا ہے تو تصرفات کا حکم یہ ہے، حنیفہ کے ہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ تصرفات کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ تصرفات جو قابل فسخ ہیں جیسے بیع، اجارہ، ہبہ وغیرہ، دوسری قسم وہ تصرفات ہیں، جو قابل فسخ نہیں ہیں مثلاً اعناق، تدبیر وغیرہ، اگر صورت مذکورہ میں غلام پر قبضہ کر کے دوسری قسم کے تصرفات کیے تو ہمارے نزدیک یہ تصرفات ہو جاتے ہیں، توڑے بھی نہیں جائیں گے، اس لیے کہ یہ غلام اس کی ملک میں آ گیا تھا اور اپنے مملوک کو آزاد کیا جاسکتا ہے مدبر بھی بنایا جاسکتا ہے، اور توڑے اس لیے نہیں جائیں گے کہ یہ قابل فسخ نہیں ہے۔ اگر پہلی قسم کے تصرفات کیے تو یہ توڑ دیئے جائیں گے، اس لیے کہ یہ بیع واجب الرد تھی، اس لیے حنیفہ نے اگر ایسی بیع کے بعد مشتری نے پہلی قسم کے تصرفات کیے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ تصرفات توڑ دیئے جائیں گے، اگر دوسری (قسم) کے کیے تو نافذ ہوں گے۔<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... جیسا کہ قاضی صاحب کے قول سے ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اپنے قول میں تناقض ہے۔ لہذا اعتراض کی گنجائش نہیں۔

الثامن:..... فی الأیمان

”إن حلف ألا يشرب نبذا فشرب طلاء أو سكرًا أو عصيرًا لم

يحنت في قول بعض الناس وليست هذه بأبذة عنده.“<sup>②</sup>

”اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ نبید نہیں پیئے گا پھر اس نے طلا (انگور کا شربت جس

① تبشیر الناس فی شرح قال بعض الناس، ص 48-50

② صحیح البخاری، کتاب الایمان الذور، ج 7، ص 230

کے دو تہائی حصے پک گئے ہوں، سکر (کھجور یا کشمش کا نبیذ کہ جس کو اتنا پکا یا گیا ہو کہ گاڑھا ہو کر جاگ پھینکے) یا عصیر (پھلوں کا شربت) پی لیا تب بعض لوگوں کے نزدیک حانت نہ ہوگا اور یہ (مشروبات) نبیذوں میں سے نہیں ہیں۔“

”أراد البخاری بهذه الترجمة حنث الأیمان لو حلف ألا يشرب النبيذ فشرب العصير العنبی أو الطلاء أو ما يصدق عليه أن يأخذ به إلى السكر فيوجب الكفارة مثلا لو حلف ألا يأكل لحما فأكل السمك لم يحنث عند أبي حنيفة فيصح عند البخاری حنث اليمين فتوجب الكفارة رأى الحنفية لا يصح عند أبي حنيفة صرف الحقيقة في المحلوف عليه عند الاستعمال على غيره.“<sup>①</sup>

”امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ نبیذ نہیں پیئے گا پھر اس نے انگور کا شربت یا طلا یا ہر ایسی چیز پی لی جو اس کا مصداق ہو تب اس پر کفارہ واجب ہوگا، مثلاً اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا اور پھر اس نے مچھلی کھائی تب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ حانت نہ ہوگا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حانت ہوگا اور کفارہ واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ محلوف علیہ میں حقیقت کا پھیرنا عند الاستعمال اس کا غیر پر ہونا ہے۔“

نیز صوفی سرور لکھتے ہیں:

”باب کی غرض کی دو تقریریں ہیں:

- 1۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا رد ہے۔
- 2۔ تائید ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ اگر رد ہوتا تو صراحتاً مذکور ہوتا کہ یہ ٹھیک نہیں

① الامام البخاری و فقہ اهل العراق، ص 170



ہے، بلکہ وہ حائث ہو جائے گا، اور حائث ہونے کی یہ دلیل ہے، معلوم ہوا ہے کہ یہاں رد کرنا مقصود نہیں بلکہ تائید مقصود ہے کیونکہ تراجم میں امام بخاری رحمہ اللہ اپنا مذہب بیان فرماتے ہیں، کہ یہ پہلا موقعہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر بعض الناس کے لفظ سے کیا اور کوئی تردید نہ کی بلکہ تائید کی۔<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... جیسا کہ صوفی صاحب کہہ چکے کہ تائید کی ہے، اور اگر تردید ہے تب احناف کا قول قوی ہے۔

التاسع:..... فی الإكراه

”باب یمین الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف عليه القتل أو نحوه وكذلك كل مكره يخاف فإنه يذب عنه المظالم ويقا تل دونه ولا يخذله فإن قاتل دون المظلوم فلا قود عليه ولا قصاص وإن قيل لتشربن الخمر أو لتأكلن الميتة أو لتبعن عبدك أو تقر بدين أو تهب هبة وتحل عقدة أو لنقتلن أباك أو أخاك في الإسلام وسعه ذلك لقول النبي صلى الله عليه وسلم المسلم أخو المسلم وقال بعض الناس لو قيل له لتشربن الخمر أو لتأكلن الميتة أو لنقتلن ابنك أو أباك أو ذا رحم محرم لم يسعه لأنه ليس بمضطر ثم ناقض فقال إن قيل له لنقتلن أباك أو ابنك أو لتبعن هذا العبد أو تقر بدين أو تهب يلزمه في القياس ولكننا نستحسن ونقول البيع والهبة وكل عقلة في ذلك باطل فرقوا بين كل ذي رحم محرم وغيره بغير كتاب ولا سنة وقال النبي صلى الله عليه وسلم قال إبراهيم لامرأته هذه أختي وذلك في الله وقال النخعي

① الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج 6، ص 344

إذا كان المستحلف ظالماً فنية الحالف وإن كان مظلوماً فنية المستحلف. ❶

”یہ باب ہے اس بارے میں کہ اگر کسی آدمی نے کسی دوسرے آدمی کے قتل ہونے کے اندیشہ سے یہ قسم کھائی کہ یہ میرا بھائی ہے (تاکہ اس کی جان بچ جائے)، یا اس طرح (کوئی اور قسم کھائی) اور اسی طرح ہر مکڑہ کہ جب وہ ڈرے (اور یہ سمجھے کہ ایسا کرنے سے) اس پر سے مظالم دور ہوں گے، اور اس کے علاوہ کسی اور سے مقاتلہ کیا جائے گا اور اس کو نہیں روکا جائے گا، پس اگر مظلوم کے علاوہ سے مقاتلہ ہو تو اس پر نہ دیت ہے اور نہ قصاص، اور اگر اس سے کہا گیا کہ تو ضرور بضرور شراب پی یا مردار کھا یا غلام بچ یا دین کا اقرار کریا ہبہ کر، یا گرہ کھولو ورنہ ہم ضرور بضرور تیرے اسلامی باپ، یا اسلامی بھائی کو قتل کر دیں گے، تو ایسا کرنے میں بسبب فرمان نبوی ﷺ المسلم أخو المسلم وسعت ہے، جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اس سے کہا گیا کہ تو ضرور بضرور شراب پی یا مردار کھا ورنہ ہم ضرور بضرور تیرے بیٹے، یا تیرے بھائی یا ذرجم محرم کو قتل کر دیں گے، تو ایسا کرنے میں اس کے لیے وسعت نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر نہیں ہے، پھر انہوں (بعض لوگ) نے نقض کیا بایں طور کہ اگر کہا گیا کہ ہم ضرور بضرور تیرے باپ، یا تیرے بیٹے کو قتل کر دیں گے ورنہ تو ضرور بضرور اس غلام کو بچ دے یا دین کا اقرار کریا اس کو ہبہ کر، تو بروے قیاس ایسا کرنا اس کو لازمی ہے، لیکن ہم بنا بر استحسان کہتے ہیں کہ اس صورت میں بیع، ہبہ اور ہر قسم کی عقود باطل ہیں، انہوں نے ہر ذی رحم محرم وغیرہ کو جدا کر دیا بغیر کتاب و سنت کے جب کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو ہذہ اختی کہہ کر پکارا، اور یہ مسلمان ہونے کی وجہ سے کہا، اور

❶ صحیح البخاری، کتاب الاکراه، ج 8، ص 58

امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جب مستحلف ظالم ہے تو حالف کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور وہ مظلوم ہو تو مستحلف کی نیت کا اعتبار ہوگا۔“

”بیان البخاری أراد أن يأخذ على الحنفية وأصحاب الرأي نموذجاً واضحاً للإتجاه الخلقى الديني حيث أوجب على كل مسلم أن يسعى في إنقاذ أي مسلم وإن لم يكن قريبه بالنسب بل يكتفي هناك بقراءة الإخوة وعلاقة الإسلام ولذلك روى المسلم أخو المسلم ولذلك عاب عليه جماعة من شارحيه بأن أمثال هذه الترجمة لا تناسب كتاب الصحيح۔<sup>①</sup> رأى الحنفية قد اعتبر الأحناف أن تصرف المكره هنا ينعقد فاسداً حتى أن الملك يثبت به بالقبض لأن ركن البيع صدر من أهله ضافاً إلى محله والفساد لفقد شرطه وهو التراضي فصار كسائر الشروط المفسدة فيثبت الملك عند القبض حتى لو قبضه وأعتقه أو تصرف فيه تصرفاً لا يمكن نقضه جازاً وينزمه القيمة۔“<sup>②</sup>

”خلاصہ یہ ہے کہ دراصل امام بخاری نے احناف اور اہل رائے پر یہاں اعتراض اس طور سے کیا ہے کہ چونکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لیے چاہیے کہ ایسے موقعوں پر وسعت کو ترجیح دی جائے، جبکہ خود امام بخاری رحمہ اللہ پر شارحین بخاری نے اس جگہ پر نقد کیا یعنی ایسی بات اس قسم کی صحیح کتاب کے شایان شان نہ تھی، نیز احناف کی دلیل یہ ہے کہ متعاقدین میں رکن بیع اس کے اہل ہونے سے ہوتا ہے اور فساد اس کے شرط کے منقہ ہونے کے بسبب ہوتا

① الامام البخاری و فقہ اہل العراق، ص 176

② الہدایۃ، ج 3، ص 38، 38، 201

ہے جو کہ تراضی ہے، جبکہ اجازت کر دینے سے اکراہ مرتفع ہو جاتا ہے جو کہ عند البیع تمام تر شرائط مضمروہ کی طرح ہے پس عند القبض ملک اور تصرف ثابت ہوگا اور قیمت لازم ہوگی۔“

نیز صاحب الخیر الجاری لکھتے ہیں:

”تائید کرنی مقصود ہے جمہور کی کہ اگر کہہ دیا قسم کہا کر: یہ میرا بھائی ہے تاکہ اس کی جان بچ جائے تو نہ کفارہ ہے، یہ قسم توڑنے کا گناہ ہے، حنفیہ کے نزدیک قسم توڑنے کا گناہ ہے ترجیح قول حنفیہ کو ہے کیونکہ وہ توریہ کر سکتا تھا، توریہ نہ کرنے کی وجہ سے جھوٹی قسم کھانے کا گناہ ہوگا۔ فلا قود علیہ و لا قصاص، لفظ قصاص لانے سے مقصود کیا ہے:

1..... تاکید کیونکہ قود و قصاص کے ایک ہی معنی ہیں۔

2..... تخمیم بعد التخصیص کیونکہ قود کا تعلق صرف نفس سے ہے اور قصاص عام ہے، قتل کا بدلہ ہو یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کا بدلہ ہو وکل عقدۃ۔ ایک نسخہ میں ہے او تحل عقلة یعنی نکاح کی گرہ یا عبدیت کی گرہ کھولنے کی قسم کھائے یعنی طلاق دے یا غلام آزاد کرے۔

وقال بعض الناس لو قیل له لتشربن الخمر: بعض الناس سے مراد حنیفہ ہیں اور اس لمبی عبارت کا حاصل حنفیہ پر تین اعتراض ہیں:

1..... اکل و شرب پر اگر کوئی مجبور کرے تو کھانے پینے کو آپ نے جائز نہیں قرار دی اور بیع، اقرار، ہبہ پر اگر کوئی اکراہ کرے تو اس بیع، اقرار اور ہبہ کے کر لینے کو آپ نے جائز قرار دیا ہے یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

**جواب:** مرجح موجود ہے اور وہ یہ کہ جو کھا لیا اور پی لیا اس کا تو کوئی تدارک نہیں اس

لیے وہ اس چھوٹی دھمکی میں جائز نہیں اور بیع، اقرار اور ہبہ قابلِ فسخ ہیں اور بعد میں جب اکراہ ختم ہو جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے کہ اگر اجازت بخوشی نہ دے گا تو یہ تینوں فسخ ہو

جائیں گے اس لیے مرنج موجود ہے۔

2..... آپ نے فرق کر دیا کہ محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی کوئی دھمکی دے تو یہ اکراہ معتبر ہے اور ہبہ، بیع اور اقرار کر لینا جائز ہے اور اگر دھمکی کسی غیر محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی دے تو یہ اکراہ معتبر نہیں ہے گویا اکراہ ہوا ہی نہیں، یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو اس باب میں نقل کی ہے المسلم

اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ؟

**جواب :** شریعت میں محرم اور غیر محرم کا فرق موجود ہے کہ محرم کا کوئی مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے غیر محرم آزاد نہیں، جب جس کا غم عذر ہے تو یہ بھی عذر ہونا چاہئے اور غیر محرم میں اس درجہ کا غم طبعاً نہیں ہوتا، اس سے عقود و فسوخ اور غیر عقود و فسوخ میں ایک فرق یہ بھی نکل آیا کہ عقود و فسوخ میں رضا شرط ہوتی ہے۔ الا ان تکون تجارة عن تراض منکم۔ غم کی وجہ سے یہ رضا نہیں پائی گئی، اس لیے وہ عقود و فسوخ جن میں اکراہ ہوا تھا ٹھیک نہ ہوئے غیر عقود و فسوخ میں ایسا نہیں ہے۔

3..... حنیفہ استحسان کر لیتے ہیں حالانکہ استحسان کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے؟

**جواب :**.....

1..... ہم یہ دیتے ہیں کہ استحسان کی حقیقت ہے کہ وہ اس آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاس حنفی کو کہتے ہیں جو قیاس جلی کے مقابلہ میں ہو اور یہ سب چیزیں آیت، حدیث وغیرہ ادلہ شرعیہ ہیں۔

2..... استحسان سے مقصود آسانی کا تلاش کرنا ہوتا ہے جو اس آیت کے مطابق ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرہ: 2: 185)

3..... قیاس کے مقابلہ میں استحسان لینا ایسا ہی ہے جیسے دو حدیثوں کے تعارض کو اٹھانا ہے۔

4..... اگر آپ کو امتحان کے نام پر اعتراض ہے تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے فیتبعون احسنہ اور اس حدیث سے ماخوذ ہے ما راہ المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔<sup>①</sup>

**جائزہ:** ..... جیسا کہ واضح ہو چکا کہ یہ اعتراض اس مقام پر سرے سے اس جیسی کتاب کے ساتھ مناسب نہیں ہے باقی بظاہر یوں بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ امتحان کے بھی قائل نہیں جو کہ جمہور ائمہ محدثین کا مسلمہ اصول ہے۔

**العاشر:** ..... فی الحیل (فی الزکاة)

”باب فی الزکاة وأن لا یفرق بین مجتمع ولا یجمع بین متفرق خشية الصدقة ثم روى حديث الآخر فی هذه الترجمة بقوله يا رسول الله أخبرني ماذا فرض الله على من الصلاة فقال الصلوات الخمس إلا أن تطوع شيئاً فقال أخبرني بما فرض الله على من الصيام فقال شهر رمضان إلا أن تطوع شيئاً قال أخبرني بما فرض الله على من الزکاة قال فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم شرائع الإسلام قال والذي أكرمك لا أتطوع شيئاً ولا أنقص مما فرض الله على شيئاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفلح إن صدق أو دخل الجنة إن صدق وقال بعض الناس فی عشرين ومائة بعير حقتان فإن أهلكها متعمداً أو وهبها أو احتال فيها فرارا من الزکاة فلا شيء عليه.“<sup>②</sup>

”یہ باب زکاة کے بارے میں ہے اور مجتمع مال کو نہ بانٹے اور بانٹے ہوئے کو جمع

① الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج 6، ص 363/51

② صحیح البخاری / کتاب الحیل. 2 - فتح الباری، کتاب الحیل، 12: 274

نہ کرے زکاۃ کے خوف سے پھر اس ترجمہ میں ایک اور حدیث نقل کی، اس قول کے ساتھ کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بتائیے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نماز میں فرض کی ہیں، فرمایا: پانچ نمازیں مگر یہ کہ تو کوئی نفل پڑھے، پھر پوچھا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں، فرمایا: ماہِ رمضان کے روزے مگر یہ کہ تو کوئی نفل روزہ رکھے، پوچھا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی زکاۃ فرض کی ہے، (راوی نے کہا) رسول اللہ ﷺ نے اسے شرائع اسلام کا بتائے، (سائل نے) کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو شرف بخشا میں کوئی نفل عبادت نہ کروں گا اور نہ ہی فرائض میں کچھ کم کروں گا، پس آپ ﷺ نے فرمایا: کامیاب ہوا، اگر یہ سچا ہوا (پھر یوں فرمایا) جنت میں داخل ہوا، اگر سچا ہوا جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ ایک سو بیس اونٹوں میں دوڑتے ہیں، پس اگر اس نے ان کو قصدِ اہلاک کیا یا ان کو ہبہ کیا یا ان میں زکاۃ سے بچنے کی غرض سے حیلہ کیا تب اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔“

”قول السرخسی فی المبسوط فالحاصل أن ما يتخلص به الرجل من الحرام أو يتوصل به إلى الحلال من الحیل فهو حسن وإنما یکره أن یحتال فی حق الرجل حتی یبطله أو فی باطل حتی یموهه أو فی حق حتی یدخل فیہ شبهة فما کان علی هذا السبیل فهو مکروه.“<sup>①</sup>

”کتاب مبسوط میں امام سرخسی کا قول یہ قول ہے: پس حاصل یہ کہ ایسا حیلہ کے جن کے ذریعے سے آدمی حرام سے بچ جائے اور حلال تک رسائی ہو تب تو یہ اچھا ہے، اور مکرہ حیلہ یہ ہے کہ آدمی کسی کی حق تلفی کے لیے حیلہ کرے تو یہ صورت

① المبسوط، محمد بن احمد السرخسی، شمس الائمة، (م 483ھ)، دارالمعرفة، بیروت، 1414ھ،

باطل ہے۔“

”موقف المحدثین من الحیل عرفت الحیل عند المحققین بالتخلص عما يخاف أن يقع فيه أو التخلص عما لا يريد أن يؤخذ به وقال ابن حجر هي ما يتوصل به إلى مقصود بطريق خفي.“<sup>1</sup>

”محدثین کے موقف کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ حیلہ اس وقت کیا جاوے کہ جس وقت آدمی کو یہ ڈر ہو کہ کئی گناہ میں نہ پڑ جائے، جبکہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مخفی طور پر مقصود تک پہنچنے کو حیلہ کہا جاتا ہے۔“

علامہ عثمان غنی مدظلہ لکھتے ہیں:

”وقال بعض الناس في عشرين . . . الخ

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس / 120 اونٹوں میں دو / 2 حقے ہیں، پس اگر مالک نے ان اونٹوں کو قصدا ہلاک (کہ ذبح کر دیا) یا کسی کو ہبہ کر دیا یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے (سال پورا ہونے سے قبل) کوئی حیلہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں (یعنی زکوٰۃ ساقط ہوگئی) چونکہ وجوب ادا کے لیے حولانِ حول شرط ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں یعنی حولانِ حول سے قبل حیلہ کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا طعن و اعتراض صرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ہے تو یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا سہو و غفلت ہے کیونکہ اس کے قائل حنفیہ کے علاوہ شافعیہ وغیرہ بھی ہیں، کیونکہ یہ مسئلہ اتفاتی بلکہ اجماعی ہے کہ زکوٰۃ کے مسئلہ میں وجوب ادا کے لیے حولانِ حول شرط ہے یعنی پورا ایک سال گزرنا شرط ہے اور حولانِ حول سے قبل صاحبِ مال کو اپنے مال میں تصرف کا پورا پورا حق ہے، اب اگر صاحبِ مال نے مالِ نصاب پر سال پورا ہونے سے قبل سارے اونٹ کسی کو ہبہ

<sup>1</sup> فتح الباری، کتاب الحیل، ج 12، ص 274



کردیے اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا تو صاحب مال پر زکوٰۃ واجب نہیں، اور اس کو اسقاطِ زکوٰۃ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی حولانِ حول سے پہلے فرض ہی نہیں ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ پر حیرت ہے کہ اصل مسئلہ پر غور کیے بغیر شدت و غضب میں اہلکھا فرمایا، کیا کوئی صاحب عقل ایسا کر سکتا ہے کہ دو اونٹنیاں فقراء کو دینے سے بچنے کے لیے اپنے ایک سو بیس/120 اونٹوں کو ہلاک کر دے؟ البتہ اگر یہ سارے اونٹ ہلاک ہو جائیں، چور اور ڈاکو لے جائیں تو بالاتفاق زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔<sup>①</sup>

**جائزہ:** ..... جیسا کہ شرعی حیلہ کو جمہور محدثین تسلیم کرتے ہیں تب احناف پر یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

الحادی عشر: ..... فی الزکاة

”روی البخاری یكون كنز أحدكم يوم القيامة شجاعا أقرع يفر منه صاحبه فيطلبه ويقول أنا كنزك قال والله لن يزال يطلبه حتى يبسط يده فيلقمها فاه وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ما رب النعم لم يعط حقها تسلط عليه يوم القيامة تخبط وجهه ياخفافها وقال بعض الناس في رجل له إبل فخاف أن تجب عليه الصدقة فباعها بإبل مثلها أو بغنم أو ببقر أو بدراهم فرارا من الصدقة بيوم احتيالا فلا بأس عليه وهو يقول إن زكى إبله قبل أن يحول الحول بيوم أو بسنة جازت عنه.“<sup>②</sup>

”امام بخاری نے نبی ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ قیامت والے دن تم میں

① نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج 12، ص 287-88

② صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 59-60

سے کسی کے خزانے کو گنجنے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس سے وہ بھاگے گا پس وہ (سانپ) اسے ڈھونڈے گا، اور وہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم اس کو اسی طرح ڈھونڈے گا یہاں تک کہ اس کو لقمہ بنالے گا اور نبی ﷺ نے فرمایا: جب اونٹوں والا اپنا حق ادا نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس پر مسلط کیا جائے گا اور وہ اس کے چہرے کو اپنے ٹاپوں سے روندے گا جبکہ بعض لوگوں نے کہا اس آدمی کے بارے میں کہ جس کے پاس اونٹ ہوں تب بھی اس پر زکاۃ دینا واجب ہے پس اگر اس نے ان کو اسی کے برابر اونٹ یا بکری لگائے یا دراہم کے بدلے بیچا اس غرض سے کہ زکاۃ دینے سے بچ جائے تب یہ حیلہ کرنا صحیح ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ اگر اس نے اپنے اونٹ کی زکاۃ حولان حول سے پہلے دے دی تو جائز ہے۔“

**نوٹ:**..... اس کی تشریح بھی اوپر کی طرح ہے، جب کہ کچھ وضاحت آگے آرہی ہے۔  
الثانی عشر:..... فی الزکاۃ

”روی البخاری استفتی سعد بن عبادۃ الأنصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نذر کان علی أمہ توفیت قبل أن تقضیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقضه عنها وقال بعض الناس إذا بلغت الإبل عشرين ففيها أربع شياه فإن وهبها قبل الحول أو باعها فرارا واحتیالا لإسقاط الزکاۃ فلا شیء علیہ وكذلك إن أتلّفها فمات فلا شیء فی ماله.“<sup>①</sup>

”امام بخاری نے سعد بن عبادۃ الأنصاری رضی اللہ عنہ کا استفتا نقل کیا ہے: کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی ماں کے نذر کے متعلق پوچھا کہ ان کی ماں نے اس کو اپنی زندگی میں پورا نہیں کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنی ماں کی

① صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 59-60

طرف سے پورا کرو، اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب اونٹ بیس (عدد) ہو جائیں تب ان میں سے چار بکریاں ہیں، پس اگر اس نے ان کو سال گزرنے سے پہلے ہبہ کر دیا، یا ان کو بیچ ڈالا زکاۃ سے بچنے کے حیلے کے طور پر تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس نے ان کو ہلاک کر دیا اور مر گیا تب اس پر کوئی چیز نہیں۔“

صاحب نصر الباری لکھتے ہیں:

”امام بخاری رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر غلط اعتراض کیا ہے اور کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے مسائل میں تناقض ہے، اور اس طرح کہ بعض الناس کا ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بقدر نصاب اونٹ ہوں اور وہ سال پورا ہونے سے پہلے ان اونٹوں کو بیچ دے تو اس پر زکاۃ نہیں، پھر بھی بعض الناس کہتے ہیں کہ اگر کسی نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا سال بھر پہلے پیشگی زکاۃ ادا کر دی تو ادا ہوگئی، امام بخاری رحمہ اللہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض الناس کے یہاں سال پورا ہونے سے پہلے زکاۃ واجب ہو جاتی ہے اگر واجب نہ ہوتی تو زکاۃ دینا زکاۃ نہ ہوتا بلکہ صدقہ نافلہ ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک ہے نفس و جوہ اور ایک ہے وجوب ادا اگر کسی کے پاس مال بقدر نصاب ہے تو نفس و جوہ ہو گیا، لیکن وجوب ادا حولانِ حول کے بعد ہوگا یعنی سال پورا ہونے سے پہلے صاحب مال پر ادا کرنا واجب نہیں مال کا مالک سال پورا ہونے سے قبل اپنی ضروریات میں خرچ کر سکتا ہے۔“<sup>①</sup>

الثالث عشر:..... فی النکاح

”روی البخاری عن عید اللہ قال حدثنی نافع عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الشغار قلت لنافع ما الشغار قال ینکح ابنة الرجل وینکحہ ابنتہ وینکح أخت

① نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج 12، ص 289

الرجل وینکحہ أخته بغير صداق وقال بعض الناس إن احتال حتى تزوج على الشغار فهو جائز والشرط باطل. ❶

”امام بخاری رحمہ اللہ نے عبید اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا مجھے نافع بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے شغار سے منع کیا میں نے نافع سے پوچھا کہ شغار کیا ہے، کہا کہ کوئی کسی کی بیٹی سے نکاح کرے اور وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرے اور کوئی کسی کی بہن سے نکاح کرے اور وہ اس کی بہن سے نکاح کرے بغیر مہر کے اور بعض لوگوں نے کہا اگر کسی نے حیلہ کر کے شغار پر نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا اور شرط باطل ہوگی۔“

”أراد البخاری بهذا الفرع أن يبطل نكاح الشغار. ❷ رأي الحنفية قال ابن بطال قال أبو حنيفة نكاح الشغار منعقد ويصلح بصداق المثل وكما يظهر من فتواه أن الممنوع في الشغار المعاوضة فإذا كان لكل منهما مهر المثل فيكون العقد جائزا وكل نكاح فساده من أجل صداقه لا يفسخ عنده ويصلح بمهر المثل. ❸“

”امام بخاری رحمہ اللہ نے اس فرع کے ذریعے شغار کے نکاح کو باطل کیا ہے۔ جبکہ احناف کا نظریہ یہ ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نکاح الشغار کو مہر مثل کے ساتھ منعقد مانتے ہیں اور جیسا کہ ان کے فتوے سے ظاہر ہے کہ شغار میں معاوضہ ممنوع ہے پس جب ان میں سے ہر ایک کے لیے مہر مثل ہوگا تب عقد جائز ہوگا، اور ہر ایسا نکاح کہ جس کا فساد اس کے مہر کی وجہ

❶ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 59-60

❷ الامام البخاری و فقہ اہل العراق، ص 186

❸ عمدة القاری، 24، 112.

سے ہو تو ایسا نکاح ان کے نزدیک فسح نہ ہوگا، اور مہر مثل سے صحیح ہوگا۔“  
مولانا صوفی سرور مدظلہ لکھتے ہیں:

”ہم امام بخاری رحمہ اللہ کے اس کلام کا رد یوں کرتے ہیں کہ بعض الناس کے عنوان سے جب آپ اعتراض کرتے ہیں تو آپ کی مراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا حنفیہ ہوتے ہیں، لیکن یہاں ہم یوں کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے تو یہاں کوئی حیلہ ہے ہی نہیں کیونکہ ہم شغار کو باطل کر رہے ہیں اور مہر کو ثابت کر رہے ہیں اور شغار سے نہی جو حدیث شریف میں آئی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ نکاح مال والے عوض سے خالی نہ ہونا چاہئے۔“<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... جیسا کہ گذر چکا کہ شغار سے نہی جو حدیث شریف میں آئی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ نکاح مال والے عوض سے خالی نہ ہونا چاہئے۔

الرابع عشر:..... فی النکاح

”روی البخاری حدیث النہی عن المتعة ثم قال وقال بعض الناس إن احتال حتى تمتع فالنکاح فاسد وقال بعضهم النکاح جائز والشرط باطل.“<sup>②</sup>

”امام بخاری رحمہ اللہ نے متعہ سے نہی کی روایت نقل کی پھر کہا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر حیلہ کر کے متعہ کیا تب تو نکاح فاسد ہوگا اور بعض نے کہا کہ نکاح جائز ہے اور شرط باطل ہے۔“

مولانا صوفی سرور مدظلہ لکھتے ہیں:

”وقال بعضهم المتعة و الشغار جائز والشرط باطل“

**جواب:** حنفیہ پر کچھ اعتراض نہیں ہے کیونکہ متعہ کا بطلان اجماعی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا

① الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج 6، ص 365

② صحیح البخاری، کتاب الحیل، حدیث 6961

ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو امام زفر رحمہ اللہ کے قول سے شبہ ہو گیا کہ اگر کوئی شخص تزوج کے لفظ سے نکاح کرے لیکن نکاح کی

مدت مقرر کر لے۔ مثلاً ایک مہینے کے لیے تو نکاح صحیح اور لازم ہو جائے گی اور شرط باطل ہو جائے گی، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت بھی باطل ہے اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حیل کے ابواب میں متعہ کا ذکر کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔<sup>①</sup>

### الخامس عشر:..... فی النکاح

”روی البخاری لا تنکح البکر حتی تستأذن ولا الثیب حتی تستأمر فقیل یا رسول اللہ کیف إذنها قال إذا سکت وقال بعض الناس إن لم تستأذن البکر ولم تزوج فاحتال رجل فأقام شاهدي زور أنه تزوجها برضاها فأثبت القاضي نكاحها والزوج يعلم أن الشهادة باطلة فلا بأس أن يطأها وهو تزويج صحيح ثم روى البخاری حدیث خنساء بنت خدام فإنها أنکحها أبوها وهي كارهة فرد النبي صلى الله عليه وسلم ذلك.“<sup>②</sup>

”امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی کہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت سے ہوگا اور ثیبہ کا نکاح اس کے کہنے سے ہوگا پس پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی اجازت کیسے ہوگی فرمایا جب چپ ہو جائے، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر باکرہ اجازت نہ دے اور نکاح نہ کرے تب حیلہ کرے اور وہ یہ کہ مرد جھوٹے گواہ بنالے اور عند القاضي جھوٹی گواہی دے کر یہ ثابت کر دے کہ باکرہ نے

① الخیر العجاری فی شرح صحیح البخاری، ج 6، ص 365

② صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 60-61

اپنی رضا سے اس سے نکاح کیا ہے جبکہ خاوند کو گواہوں کا جھوٹا ہونا بھی معلوم تب کوئی باک نہیں مرد پر کہ باکرہ سے وطی کر لے اور ایسا نکاح صحیح ہے پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے خنساء بنت خدام کی روایت نقل کی کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کیا حالیکہ وہ ناخوش تھی تو آپ ﷺ نے نکاح رد فرما دیا۔“

مولانا صوفی سرور مدظلہ فرماتے ہیں:

”اس باب سے مقصود حنفیہ پر اعتراض ہے کہ کوئی شخص جھوٹے گواہ پیش کر دے قاضی کی عدالت میں کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے، قاضی گواہوں کو سچا سمجھ کر فیصلہ کر دے کہ وہ تمہاری بیوی ہے تو حنفیہ کے نزدیک ان کا تعلق زنا کا شمار نہ ہوگا بلکہ میاں بیوی کا شمار ہوگا، حالاں کہ گواہی جھوٹی ہے اور نکاح عورت کی اجازت کے بغیر شمار کیا گیا ہے اور احادیث میں عورت کی اجازت کو نکاح کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے؟ جواب: قضاء قاضی تو میاں بیوی کے درمیان ہر قسم کا جھگڑا مٹانے کے لیے ہوتا ہے، اگر یہ قضاء باطنا نافذ نہ ہو تو یہ قضاء جھگڑا پیدا کرنے کی تمہید اور سبب بن جائے گی اور یہ چیز قضاء کے مقصد کے خلاف ہے، اس کی نظیر لعان کی قضاء ہے کہ وہ سب کے نزدیک باطنا نافذ ہو جاتی ہے اور عورت دوسری جگہ نکاح کر لے تو بالا جماع یہ نکاح صحیح ہے حالاں کہ یقیناً دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ عورت نے جھوٹے گواہ طلاق کے پیش کر دیئے قاضی نے نکاح ٹوٹنے کا فیصلہ دے دیا، اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر لیا تو یہ نکاح بھی بالا جماع صحیح ہے حالاں کہ یہ بھی ایسی قضاء پر مبنی ہے کہ جس کی بنیاد جھوٹی گواہی ہے۔ سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیٹی پر جھوٹے گواہ پیش کر دے کہ یہ میری لونڈی ہے تو اس سے وطی بالا جماع حرام رہتی ہے حنفیہ اس کو جائز کیوں نہ کہ دیتے؟ جواب: قضاء قاضی کے باطنا نافذ ہونے کا تعلق صرف عقود و فسوخ سے ہے کہ حنفیہ کے

نزدیک نافذ ہے جمہور کے نزدیک نہیں اور یہ بیٹی والا معاملہ تو نسب سے متعلق ہے اس میں بالاجماع قضاء قاضی باطنا نافذ نہیں ہے۔ سوال: جب خاوند جانتا ہے کہ گواہ جھوٹے ہیں تو اس کے لیے وطی کیسے حلال ہو سکتی ہے؟

**جواب:**..... جھوٹ بولنے کا گناہ تو ہوا زنا کا گناہ نہ ہوگا، کیونکہ فیض الباری میں ہے کہ بدائع الصنائع میں بحوالہ مبسوط حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دو گواہ پیش کر دیئے کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرما دیا کہ وہ تیری بیوی ہے اس فیصلے کے بعد وہ عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ حضرت جب آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ ہی فرما دیا ہے تو اب ہمارا نکاح بھی پڑھ دیجئے، تاکہ ساری عمر زنا تو نہ ہو کیونکہ گواہ تو جھوٹے ہیں اور ہمارا کوئی نکاح نہیں ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ شاهدك زوجاك . ❶

**جائزہ:**..... جیسا کہ گذر چکا کے دراصل امام بخاری رحمہ اللہ شرعی حیلوں کے قائل نہیں اس لیے یہ اعتراضات کیے ہیں۔

السادس عشر:..... فی النکاح

”روی البخاری حدثنا أبو نعیم حدثنا شیبان عن یحییٰ عن  
أبی سلمة عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى  
تستأذن قالوا كيف إذنها قال أن تسكت وقال بعض الناس إن  
احتال إنسان بشاهدي زور على تزويج امرأة ثيب بأمرها  
فأثبت القاضي نكاحها إياه والزوج يعلم أنه لم يتزوجها قط  
فإنه يسعه هذا النكاح ولا بأس بالمقام له معها.“ ❷

❶ الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، ج 6، ص 366-367

❷ صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 60-61



یہ مسئلہ بھی ماقبل مسئلہ کی طرح ہے صرف الفاظ کی تبدیلی کی گئی ہے، لہذا مذکورہ بالا تشریح دیکھ لیں۔

### السابع عشر: ..... فی النکاح

”ایضا روی البخاری حدیث استئذان البکر من طریق آخر البکر تستأذن قلت إن البکر تستحی قال إذنها صماتها وقال بعض الناس إن هوی رجل جارية یتیمه أو بکرا فأبت فاحتال فجاء بشاهدی زور علی أنه تزوجها فأدرکت فرضیت الیتیمه فقبل القاضی شهادة الزور والزوج یعلم ببطلان ذلك حل له الوطاء.“<sup>①</sup>

یہ مسئلہ بھی ماقبل مسئلہ کی طرح ہے صرف الفاظ کی تبدیلی کی گئی ہے، لہذا مذکورہ بالا تشریح دیکھ لیں۔

### الثامن عشر: ..... فی الغصب

”باب إذا غصب جارية فزعم أنها ماتت فقضى بقيمة الجارية المیتة ثم وجدها صاحبها فهی له وترد القيمة ولا تكون القيمة ثمنا وقال بعض الناس الجارية للغاصب لأخذه القيمة وفي هذا احتیال لمن اشتهى جارية رجل لا یبوعها فغصبها واعتل بأنها ماتت حتى يأخذ ربها قیمتها فیطیب للغاصب جارية غیره قال النبی صلی الله علیه وسلم أموالکم علیکم حرام و لكل غادر لواء یوم القيامة.“<sup>②</sup>

”یہ باب اس بارے میں ہے کہ جب کسی نے کوئی لونڈی غصب کر لی اور یہ

① صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 60-61

② صحیح البخاری، کتاب الغصب، ج 8، ص 62

گمان کیا کہ یہ تو مردہ ہے اور فیصلہ مردہ لونڈی کی قیمت پر ہوا پھر لونڈی والے نے اس کو پایا تو وہ اس کی ہوگی اور قیمت واپس کی جائے گی اور قیمت شمن نہ ہوگی، اور بعض لوگوں نے کہا کہ لونڈی غاصب کی ہوگی اس کی قیمت دینے کی بنا پر اور اس میں حیلہ بازی ہے کسی کی لونڈی کو چاہنے والے کے لیے بائیں طور کے وہ اس کو نہ بیچے گا تو وہ (چاہنے والا) اس کو غصب کر لے گا اور بہانہ بیان کر دے گا کہ وہ تو مردہ ہے حتیٰ کہ اس کے مالک سے اس کو قیمت پر لے لے گا پس غاصب کے لیے پرانی لونڈی حلال کر دی گئی جبکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہارے اموال تم پر (ناجائز طریقہ سے) حرام ہیں اور ہر ہوکہ باز کے لیے قیامت والے دن جھنڈا ہوگا۔“

صاحب نصر الباری لکھتے ہیں:

”حنفیہ کا مختار و صحیح مذہب یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں غاصب پر واجب ہے کہ لونڈی کو واپس کرے اس لیے سرے سے اس تعریض کی کوئی گنجائش نہیں اور احناف میں سے جن کا یہ قول ہے کہ لونڈی غاصب کی ہے اس کی بنیاد ایک اصل پر ہے اور وہ یہ ہو کہ جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطنا دونوں طرح نافذ ہوتا ہے یا صرف ظاہر نافذ ہوتا ہے باطنا نہیں اس کو امام سرحسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ صورت مجوشہ میں جب قاضی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ لونڈی مرچکی ہے اور غاصب مالک کو لونڈی کی قیمت ادا کر دے، اور مالک نے غاصب سے لونڈی کی قیمت لے لی اس کے بعد یہ کہنا کی لونڈی پہلے شخص کی ملک ہے تب تو بدل اور مبدل منہ کا ایک شخص کی ملکیت میں جمع ہونے کا قول کرنا ہے جو نہ عقلاً صحیح ہے نہ شرعاً اور اتنی بات تو حنفیہ بھی کہتے ہیں کہ غاصب مجرم ہے غصب کیا، جھوٹ بولا، جھوٹے گواہ پیش کیے مگر اس کی نظیر موجود ہے کہ ایک فعل ناجائز ہے مگر حکم شرعی مرتب ہوتا ہے جیسے حیض کی حالت

میں طلاق دینا ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔“<sup>①</sup>  
**جائزہ:** ..... جیسا کہ گذر چکا کے دراصل امام بخاری رحمہ اللہ شرعی حیلوں کے قائل نہیں  
اس لیے یہ اعتراضات کیے ہیں۔

التاسع عشر: ..... فی الہبۃ باب فی الہبۃ والشفعة

”وقال بعض الناس إن وهب هبة ألف درهم أو أكثر حتى  
مكث عنده سنين واحتال في ذلك ثم رجع الواهب فيهما فلا  
زكاة على واحد منهما فخالف الرسول ﷺ في الہبۃ وأسقط  
الزكاة.“<sup>②</sup>

”یہ باب ہے ہبہ اور شفیعہ کے بارے میں اور بعض لوگوں نے کہا اگر کسی نے  
ہزار درہم ہبہ کیے یا اس سے زیادہ حتیٰ کہ (موہوب لہ) کے پاس دو سال  
تک رہے بھی اور حیلہ کیا پھر واہب نے اس میں رجوع کی تب ان دونوں میں  
سے کسی پر بھی زکاۃ نہ ہوگی پس رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہبہ میں اور زکاۃ کو  
ساقط کر دیا۔“

علامہ عثمان غنی ہبہ کے مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ بلا وجہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر اعتراض کر رہے  
ہیں، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اراد به التشنيع ايضا على ابي  
حنيفة من غير وجه..... الخ۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے جو ہبہ میں رجوع کی  
اجازت دی ہے اس شرط کے ساتھ کہ موانع نہ ہو، موانع کی موجودگی میں  
رجوع فی الہبۃ عند الاحناف جائز نہیں۔ رجوع فی الہبۃ حنفیہ کے  
نزدیک سات/7 صورتوں میں جائز نہیں از موانع سبعة کو در مختار وغیرہ نے

① نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج 12، ص 298

② صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 62

سات/7 حرفوں ”دمع خزقہ“ میں ضبط کیا ہے۔

1..... د سے مراد زیادتی متصلہ ہے یعنی زمین پر مکان یا باغ۔

2..... م سے مراد موت احد العاقدین ہے۔

3..... ع سے مراد عول ہے۔

4..... خ سے مراد خروج الہبۃ من ملک الموهوب لہ ہے۔

5..... ز سے مراد زوجیت وقت الہبۃ ہے۔

6..... ق سے قرابت محرمیت جس سے نکاح حرام ہے۔

7..... ہ سے ہلاک الہبۃ ہے۔<sup>①</sup>

العشرون:..... فی الشفعة

”روی البخاری عن جابر بن عبد اللہ قال إنما جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفعة فی کل ما لم یقسم فإذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة وقال بعض الناس الشفعة للجوار ثم عمد إلى ما شدده فأبطله وقال إن اشتری دارا فخاف أن يأخذها الجار بالشفعة فاشتری سهما من مائة سهم ثم اشتری الباقي وكان للجار الشفعة فی السهم الأول ولا شفعة له فی باقی الدار وله أن یحتال فی ذلك.“<sup>②</sup>

”امام بخاری رحمہ اللہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ہر غیر تقسیم شدہ میں شفعہ کرنے کا فرمایا ہے پس جب حدود واقع ہو جائیں اور راستے پھیر جائیں تب کوئی شفعہ نہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ پڑوسی کے لیے حق شفعہ ہے پھر اپنے ہی کہے سے پھر گئے اور کہا کہ اگر کسی نے کوئی گھر

① نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری، ج 12، ص 308-309

② صحیح البخاری، کتاب الحیل، ج 8، ص 65

خریدا اور پھر یہ ڈر ہوا کہ پڑوسی شفعہ کر کے لے لے گا تو چاہیے کہ سو حصوں میں سے ایک حصہ خرید لے پھر باقی خرید لے چنانچہ پڑوسی کے لیے پہلے حصہ میں حق شفعہ ہوگا جب کہ باقی میں نہ ہوگا اور اس کے لیے ایسا حیلہ کرنا جائز ہے۔“

صاحب نصر الباری مسئلہ شفعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”صورتِ مذکورہ میں شفیح (جار) نے اپنا حق شفعہ خود باطل کیا ہے اگر وہ پہلے ہی حصہ میں حق شفعہ کا مطالبہ کر کے لے لیتا تو باقی دار کا حق بطریقِ اولیٰ ہو جاتا لیکن پڑوسی شفیح نے پہلے سہم (حصہ) کو حقیر و معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا اور مشتری نے خرید لیا تو یہ مشتری شریک فی الدار ہو گیا اور ظاہر ہے کہ شریک فی المبیع کے ہوتے ہوئے جار (پڑوسی) کا حق قطعاً نہیں ہے۔“<sup>①</sup>

**جائزہ:**..... امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الشفعہ میں چند جگہ مزید اعتراضات کیے

ہیں لیکن وہ سب اس پہلے ہی مسئلہ جیسے ہے خلاصہ یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ خود چونکہ شرعی حیلوں کے قائل نہیں اس لیے اعتراضات کیے ہیں جبکہ پہلے قول گزر چکا کہ جمہور محدثین رحمہم اللہ بھی شرعی حیلوں کو درست کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

① نصر الباری شرح اُردو صحیح البخاری، ج 12، ص 311

## فہرست اعلام

### حرف الف

- 1- احمد بن علی (الخطیب) البغدادی
- 2- احمد بن حجر المکی
- 3- احمد بن محمد (ابن خلکان)
- 4- اسماعیل بن عمر (ابن کثیر)
- 5- احمد بن عبدالرحیم (شاہ ولی اللہ)
- 6- احمد بن شعیب النسائی
- 7- ابراہیم بن حمزہ الزبیری
- 8- ابراہیم بن المنذر الحزامی
- 9- ابراہیم بن موسی الرازی
- 10- احمد بن حنبل
- 11- احمد بن صالح المصری
- 12- احمد بن ابی الطیب المروزی
- 13- احمد بن محمد الازرقی
- 14- آدم بن ابی ایاس العسقلانی
- 15- ابی النضر اسحاق بن ابراہیم الفرادیسی
- 16- اسحاق بن راہویہ
- 17- اسماعیل بن ابان الوراق

- 18- اسماعیل بن ابی اویس
- 19- ایوب بن سلیمان
- 20- ابو عمر حفص بن عمر الحوضی
- 21- ابو الیمان الحکم بن نافع
- 22- ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المنقرء
- 23- ابو معمر عبد اللہ بن عمرو المنقری
- 24- ابو المغیرة عبد القدوس بن الحجاج الخولانی
- 25- ابو نعیم الفضل بن دکین
- 26- ابو عاصم الضحاک بن مخلد
- 27- طلق بن غنم التیمی
- 28- ابو بکر عبد اللہ بن الاسود
- 29- ابو مسہر عبد الاعلی بن مسہر الغسانی
- 30- ابو الولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی
- 31- ابراہیم بن بشار الرمادی
- 32- ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عباد بن ہانء الشجرى
- 33- ابو حفص احمد بن حفص البخاری
- 34- احمد بن خالد الوہبی
- 35- اسماعیل بن سالم الصانغ
- 36- ابو صالح عبد اللہ بن صالح المصرى
- 37- ابو غسان مالک بن اسماعیل النہدی
- 38- ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی-
- 39- ابو عبد اللہ الفربری

40۔ انور شاہ کشمیری

**حرف باء**

- 1۔ بدل بن محبّر
- 2۔ بشر بن شعب بن ابی حمزہ

**حرف ثاء**

- 1۔ ثابت بن محمد الشیبانی الزاہد

**حرف جیم**

- 1۔ جعفر بن عبداللہ السلمی البلیخی

**حرف حاء**

- 1۔ حسن بن زیاد
- 2۔ حاجی خلیفہ (کاتب چلبی)
- 3۔ حجاج بن منہال الانماطی
- 4۔ حسن بن بشر البجلی
- 5۔ حسن بن ربیع البورانی
- 6۔ حسن بن شجاع البلیخی
- 7۔ حسن بن واقع الرملی
- 8۔ حسین بن ضحاک النیسابوری

**حرف دال**

- 1۔ داؤد بن شیبیب الباطلی، ربیع بن یحییٰ الاشثانی

**حرف زاء**

- 1۔ زفر بن ہذیل
- 2۔ زکریا بن ابی زائدہ



3- زین الدین بن ابراہیم (ابن نجیم)

### حرف سین

- 1- سرتج بن نعمان الجوهری
- 2- سعید بن الحکم بن ابی مریم
- 3- سعید بن سلیمان الواسطی
- 4- سعید بن کثیر بن عفر
- 5- سلیمان بن حرب
- 6- سلیمان بن عبدالرحمن اند مشقی

### حرف صاد

- 1- صدقة بن الفضل المروزی
- 2- صلت بن محمد الخارکی

### حرف طاء

- 1- طلق بن غنام النخعی

### حرف ظاء

- 1- ظلم بن خطیط الجبھمی الدبوسی

### حرف عین

- 1- علی بن - الجرجانی
- 2- عبدالرحمن بن خلدون (ابن خلدون)
- 3- عبدالرحمن السیوطی
- 4- عثمان بن عبدالرحمن (ابن صلاح)
- 5- عبدان بن عثمان المروزی
- 6- عبداللہ بن موسیٰ، عفان بن مسلم

- 7- علی بن المدینی
- 8- عبد اللہ بن یوسف التنیسی
- 9- عبد الرحمن بن ابرہیم دحیم
- 10- عبد العزیز بن عبد اللہ الاویسی
- 11- عبد اللہ بن زبیر الحمیدی
- 12- عبد اللہ بن صالح المصری
- 13- عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی
- 14- عثمان بن ہارون القرشی الانماطی
- 15- علی بن عبد الحمید المعنی
- 16- عبد الرحمن بن محمد (داماد آفندی)

### حرف قاف

- 1- قبیصۃ بن عقبہ
- 2- قتیبة ابن سعید
- 3- قیس بن حفص الدارمی

### حرف میم

- 1- محمد بن اسماعیل البخاری
- 2- محمد بن حسن الشیبانی
- 3- محمد بن سعد
- 4- محمد بن اسحاق الندیم
- 5- محمد بن حجر العسقلانی
- 6- محمد بن یزید (ابن ماجہ) القزوی
- 7- محمد بن ابی بکر (ابن القیم)

- 8- مسلم بن حجاج (امام مسلم)
- 9- محمد بن عیسیٰ ترمذی
- 10- محمد زکریا کاندھلوی
- 11- محمد بن بشار بُندار
- 12- محمد بن سعید ابن الاصبہانی
- 13- محمد بن سنان العوتی
- 14- محمد بن الصباح الدولابی
- 15- محمد بن عبداللہ بن نمیر
- 16- محمد ابن عبداللہ الانصاری
- 17- ابو ثابت محمد بن عبداللہ المدینی
- 18- محمد بن الفضل السدوسی عارم
- 19- محمد بن کثیر العبیدی
- 20- ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ
- 21- محمد بن یوسف الفریانی
- 22- مطرف بن عبداللہ المدینی
- 23- مکی بن ابراہیم البلیخی

### حرف نون

- 1- نعمان بن ثابت (ابوحنیفہ)
- 2- نعیم بن حماد المروزی
- 3- نجاب بن رضوان الایباری

### حرف ہاء

- 1- ہشام بن عمار دمشقی

2- ہشام بن اسماعیل العطار الدمشقی

### حرف یاء

1- یعقوب بن ابراہیم (ابو یوسف)

2- یوسف المزنی (جمال الدین)

3- یحییٰ بن صالح الوحاظی

4- یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر

5- یحییٰ بن معین



## فہرست آیات قرآنیہ

1. ﴿وآخرین منهم لما يلحقوا بهم﴾ (الجمعه 3:62)
2. ﴿فأشارت إليه قالوا كيف نكلم من كان في الهمد صبيبا﴾ (مریم 19:29)
3. ﴿والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهود إلا أنفسهم... إلى قوله إنه لمن الصادقين﴾ (نور 6:24)
4. ﴿إلا رمزا﴾ (آل عمران 4:13)
5. ﴿من بعد وصية يوصي بها أو دين﴾ (النساء 4:11)
6. ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهله﴾ (النساء 4:11)
7. ﴿فكفارتها إطعام عشرة مساكين... أو كسوتهم﴾ (البائده 5:89)
8. ﴿ولا تقربوهن حتى يطهرن﴾ (البقرة 2:222)



## فہرست احادیث النبویة علی صاحبہا الصلاة والسلام

1. ثم ان زنت فليجلدها الحد ثم بيعوها بعد الثالثة و الرابعة
2. هذا عيدنا اهل الاسلام
3. فاذا خرج الامام طواوا الصحف ويستمعون الذكر
4. إنما الأعمال بالنيات
5. من أعمار عمرى فهى للمعمر له ولورثته من بعده
6. الواهب أحق بهبته ما لم يثب منها
7. العائد فى هبته كالعائد فى قيئه
8. إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث
9. أنا وكافل اليتيم فى الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئاً
10. الأيمان ههنا مرتين
11. والشهر هكذا وهكذا وهكذا
12. المسلم أخو المسلم
13. قال إبراهيم لامرأته هذه أختى
14. أفلح إن صدق أو دخل الجنة إن صدق
15. إذا ما رب النعم لم يعط حقها تسلط عليه يوم القيامة تخبط وجهه ياخفافها
16. روى البخارى استفتى سعد بن عبادة الأنصارى رسول الله صلى

اللہ علیہ وسلم فی نذر کان علی أمہ توفیت۔۔۔ الخ

17. أن رسول الله ﷺ نهى عن الشغار۔۔۔ الخ:

18. لا تنكح البكر حتى تستأذن ولا الثيب حتى تستأمر

19. عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنكح

الأيمن۔۔۔ الخ

20. قال النبي صلى الله عليه وسلم أموالكم عليكم حرام وكل غادر

لواء يوم القيامة

21. عن جابر بن عبد الله قال إنما جعل النبي صلى الله عليه وسلم

الشفعة في كل۔۔۔ الخ



## مصادر ومراجع

### (الف)

- 1- ابن سعد، محمد، (م 230ھ)، الطبقات الكبرى، دارالاشاعت، كراچى، 2003ء۔
- 2- احمد تيمور، نظرة التاريخية فى حدوث المذاهب، ط، س ن۔
- 3- ابو زهره، محاضرات فى تاريخ المذاهب، مطبعة المدنى، س ن۔
- 4- ابن خلكان، ابى العباس، احمد بن محمد بن ابى بكر، (م 681ھ)، وفيات الاعيان وانباء ابناء الزمان، منشورات الرضى۔
- 5- ابو عيسى، ترمذى، محمد بن عيسى، (م 279)، جامع ترمذى، طبع دوم فريد بك سئال، لاهور، 1422ھ/2001م۔
- 6- ابن نديم، ابو الفرج، محمد بن اسحق النديم، (م 377ھ)، الفهرست، نور محمد كارخانه تجارت كتب، كراچى، س ن۔
- 7- ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمن، (م 646ھ)، مقدمه ابن الصلاح فى علوم الحديث، المكتبة الفاروقية، ملتان، پاكستان، س ن۔
- 8- ابن كثير، عماد الدين، اسماعيل بن عمر، (م 774ھ)، اختصار علوم الحديث، دار التراث القاهرة، 1399ھ۔
- 9- ابو حنيفه، مقاله در اردو دائره معارف اسلاميه، دانش گاه پنجاب، لاهور۔



- 10- ابیاری، عبدالهادی، نجاب بن رضوان، (م 1305ھ)، نیل الامانی فی توضیح مقدمة القسطلانی، دارالکتب العلمیة، بیروت، 2001م۔
- 11- اصلاحي، ضیاء الدین، تذکرة المحدثین، دارالابلاغ، اردو بازار، لاہور، 2014ء۔
- 12- احمد امین، ضحی الاسلام، ط، س ن۔
- 13- ابو الحسین بن ابی یعلیٰ، محمد بن محمد، طبقات الحنابلة، دارالمعرفة، بیروت، س ن۔
- 14- الجامع الصحیح للامام البخاری رحمہ اللہ، طبع دار السلام، ریاض، 1999ء۔
- 15- ابن منیر، احمد بن محمد، (م 683ھ)، المتواری علی تراجم ابواب البخاری، طبع دار السلفیہ، المدینہ المنورہ، س ن۔
- 16- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، سعودی عرب، 1425ھ۔
- 17- امرتسری، ثناء اللہ - راز، محمد داؤد، فتاویٰ ثنائیہ، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، 1972ء۔
- 18- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، (م 970ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دارالمعرفة، بیروت، س ن۔
- 19- ابن رشد، محمد بن احمد، (م 595ھ)، بداية المجتهد و نهاية المقتصد، دارالحديث، القاهرة، 1425ھ۔
- 20- اندلسی، ابو عمر، یوسف بن عبداللہ، (م 463ھ)، التمهيد لما فی الموطأ من المعانی و الاسانید، دارالحديث الحسنية، 1387ھ۔
- 21- ابن عساکر، علی بن حسن، (م 571ھ)، تاریخ دمشق، دارالفکر،

بیروت، 1415ھ۔

(باء)

- 1- بدرالدين، العيني، محمود بن احمد، (م855ھ)، عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الزكاة، دار احياء التراث العربى، بيروت، س ن۔
- 2- بلاذرى، احمد بن يحيى، (م279ھ)، جمل من أنساب الأشراف، دار الفكر، بيروت، 1417ھ۔

(تاء)

- 1- تاج الدين، السبكي، عبدالوهاب بن تقى الدين، (م771ھ)، طبقات الشافعية الكبرى، هجر للطباعة و النشر و التوزيع، 1413ھ۔

(جيم)

- 1- جهلمى، فقير محمد، حدائق الحنفية، ط، س ن۔
- 2- جمال الدين، ابو الحجاج، يوسف المزى، تهذيب الكمال فى اسما ء الرجال، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1413ھ۔
- 3- جمال الدين، ابو محمد، عبدالله بن يوسف، (م762ھ)، نصب الراية لاحاديث الهداية مع حاشية بغية الالمعى فى تخريج الزيلعى، مؤسسة الريان للطباعة و النشر، بيروت، 1418ء۔
- 4- جزائرى، السمعونى، طاهر بن صالح، (م1338ھ)، توجيه النظر الى اصول الاثر، مكتبة المطبوعات الاسلامية، حلب، 1416ھ۔

(حاء)

- 1- حافظ الدين، ابن البزاز، الكردرى، محمد بن محمد بن شهاب، (م827ھ)، مناقب الامام، مكتبة الاسلاميه، كوئته، 1407ھ۔

2- حاکم ، ابو عبداللہ ، نیشاپوری ، محمد بن عبداللہ ، (م 405ھ) ،  
 معرفة علوم الحدیث ، دار احیاء التراث العلوم ، بیروت ، طبع اولیٰ ،  
 1417ھ / 1997م۔

3- حاجی خلیفہ ، کاتب چلبی ، (م 1067ھ) ، کشف الظنون عن اسامی  
 الکتب والفنون ، نور محمد اصح المطابع ، کراچی ، س ن۔  
 4- حسام الدین ، الخسیکٹی ، محمد بن محمد عمر ، (م 644ھ) ،  
 منتخب الحسامی ، مکتبۃ البشریٰ ، کراچی ، 1431ء۔  
 5- حمید اللہ ، خطبات بہاولپور ، ط ، س ن۔

### (خاء)

1- خطیب ، البغدادی ، ابوبکر ، احمد بن علی ، (م 463ھ) ، تاریخ  
 بغداد ، دارالکتب العربی ، بیروت ، لبنان ، س ن۔  
 2- خوارزمی ، محمد بن محمود ، (م 665ھ) ، جامع المسانید ،  
 دارالکتب العلمیہ ، بیروت ، لبنان ، س ن۔

### (وال)

1- داماد آفندی ، عبدالرحمن بن محمد ، (م 1078ھ) ، مجمع الأنهر فی  
 شرح ملتقى الأبحر ، دار احیاء التراث العربی ، س ن۔

### (ؤال)

1- ذہبی ، الامام ، الحافظ ، ابی عبداللہ ، محمد بن احمد ،  
 (م 748ھ) ، مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ ابی یوسف و محمد  
 بن الحسن ، دارالکتب العربی ، مصر ، س ن۔

### (زاء)

1- زیدان ، عبدالکریم ، الوجیز فی اصوا الفقہ ، مؤسسۃ قرطبہ ، س ن۔

2- زیلعی، الحنفی، فخر الدین، حاشیة الإمام الشلبی علی کنز الدقائق المسمى بتبيين الحقائق، دار المعرفة، بیروت، س ن۔

### (سین)

1- سکروڈی، مولانا جمیل احمد، اجمل الحواشی علی اصول الشاشی، مکتبہ دارالاشیاعت، اردو بازار کراچی، 2005۔

2- سلطان احمد، امام اعظم بحیثیت محدث اعظم (ایم فل مقالہ) شعبہ اسلامیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، غیر مطبوعہ، 2006 م۔

3- سیوطی، عبدالرحمن، ابوبکر، جلال الدین، (م 911)، تبيض الصحیفة، ادارة القرآن و العلوم الاسلامیة، کراچی، س ن۔

4- سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، (م 911ھ)، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، دار طیبہ، س ن۔

5- سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، (م 902)، فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث، صدار المناهج، 1426ھ۔

6- سباعی، مصطفیٰ، السنة و مکانتها فی التشریح الاسلامی، الکتب الاسلامی، بیروت، 1405ھ۔

7- سرخسی، شمس الائمة، محمد بن احمد، (م 483ھ)، المبسوط، دارالمعرفة، بیروت، 1414ھ۔

### (شین)

1- شریف جرجانی، علی ابن محمد ابن سید الزین، کتاب التعریفات، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور۔

2- شمس الدین، الذہبی، محمد بن احمد، (م 748ھ)، سیر اعلام

النبلاء للذهبي رحمه الله ، مؤسسة الرسالة ، 1985ء۔

3- شهاب الدين ، المكي ، الهيثمي ، احمد بن حجر ، (م 973هـ) ،

الخيرات الحسان ، ايچ ايم سعيد كمپنى ، كراچى ، پاكستان ، 1414هـ

-

4- شاه ، المحدث ، الدهلوى ، عبد الحق ، شرح سفر السعادة ، مكتبه

نوريه رضويه ، سكهر ، پاكستان ، 1398هـ / 1978م۔

5- شمس الدين ، الذهبي ، محمد بن احمد ، (م 748هـ) ، تذكرة

الحفاظ ، دارالكتب العلمية ، بيروت ، 1419هـ۔

6- شامزئى ، نظام الدين ، شيوخ امام بخارى رحمه الله (بى۔ايچ۔ ڈى مقالہ)

شعبه اسلاميات ، سنده يونيورسٹی حيدر آباد ، غير مطبوعه۔

7- شمس الدين ، محمد بن محمد ، (م 879هـ) ، التقرير والتجیر ،

دارالكتب العلمية ، بيروت ، 1983ء۔

8- شيبانى ، محمد بن حسن ، (م 189هـ) ، الحجّة على أهل المدينة ،

عالم الكتب ، بيروت ، 1403هـ۔

9- شنقيطى ، محمد الخضر ، كوثر المعانى الدرارى فى كشف خبايا

صحيح البخارى ، باب فى الركاز الخمس ، دارالمؤيد-مؤسسة

الرسالة ، 1415هـ۔

10- شاشى ، نظام الدين ، اصول الشاشى مع احسن الحواشى ، مكتبه

المصباح ، اردو بازار لاهور ، س ن۔

11- شعرانى ، عبدالوهاب ، الميزان الشريعة الكبرى ، مكتبة النهضة

الاسلامية ، مصر ، 1328هـ۔

## (صار)

- 1- صدیقی ، کاندھلوی ، محمد علی ، (م 1992) ، امام اعظم اور علم الحدیث ، انجمن دارالعلوم الشہابیہ ، سیالکوٹ ، پاکستان ، 1981ء۔
- 2- صوفی ، محمد سرور ، الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ، ملتان ، 1426ھ۔

## (طاء)

- 1- طحاوی ، ابو جعفر ، احمد بن محمد ، (م 321ھ) ، شرح معانی الآثار ، عالم الکتب ، بیروت ، 1414ھ۔
- 2- طبری ، احمد بن عبد اللہ ، (م 694ھ) ، الرياض النضرة فی العشرة المبشرة ، دارالکتب العلمیة ، بیروت ، س ن۔

## (عین)

- 1- عبدالرحمن بن خلدون (م 808ھ) ، مقدمة ابن خلدون ، دار العرب ، الطبع ، 1425ھ / 2004م۔
- 2- عتر ، نور الدین ، الإمام الترمذی والموازنة بین جامعة و بین الصحیحین - ارشیف ملتقى اهل الحدیث۔
- 3- عبدالمجید محمود ، الاتجاهات الفقهیة عند اصحاب الحدیث فی القرن الثالث الهجری ، مكتبة الخانجی ، مصر ، 1399ھ۔
- 4- عماد الدین ، اسماعیل بن عمر بن کثیر ، البداية و النہایة ، بیت الافکار الدولية ، س ن۔
- 5- عسقلانی ، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر ، (م 852ھ) ، تہذیب التہذیب ، دائرة المعارف النظامیة ، ہندوستان ، 1326ھ۔

## (غين)

- 1- غنيمى، الدمشقى، عبدالغنى، كشف الالتباس عما اورده البخارى على بعض الناس، مكتبة المطبوعات الاسلاميه، دمشق، س ن۔
- 2- غنيمى، عبدالغنى بن طالب، (م 1298هـ)، اللباب فى شرح الكتاب، مكتبة العلميه، بيروت، س ن۔

## (قاف)

- 1- قسطلانى، شهاب الدين، ابو العباس، احمد بن محمد، (م 923هـ)، ارشاد السارى شرح صحيح البخارى، دار الكتب العربى، بيروت، س ن۔
- 2- قنوجى، صديق بن حسن، ابجد العلوم، دار الكتب العلميه، دمشق، 1978ء۔
- 3- قاضى، باقى بالله زاهد، تبشير الناس فى شرح قال بعض الناس، نعمان پبلشنگ كمپنى، اردو بازار، لاهور، س ن۔

## (كاف)

- 1- كاندهلوى، محمد زكريا، لامع الدرارى على جامع البخارى، مقدمه، المكتبة الامداديه، مكه (قديم)، 1395هـ۔
- 2- كاندهلوى، محمد زكريا، تقرير بخارى شريف اردو، مكتبة الشيخ، بهارآباد، كراچى، س ن۔
- 3- كرمانى، شمس الدين، محمد بن يوسف، (م 786هـ)، الكواكب الدرارى فى شرح صحيح البخارى، دار احياء التراث العربى، بيروت، 1937
- 4- كاندهلوى، محمد زكريا بن يحيى، (م 1402هـ)، الابواب وائتراجم

لصحیح البخاری، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، الطبعة الاولى،  
1433ھ۔

5- کشمیری، الدیوبندی، محمد انور شاہ بن معظم شاہ، (م 1353ھ)،  
فیض الباری علی صحیح البخاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت،  
1426ھ۔

### (گاف)

1- گیلانی، مناظر احسن، تدوین فقہ و اصول فقہ، الصدف پبلشرز،  
کراچی طبع اول 1427ھ۔

### (میم)

1- محی الدین، ابو زکریا، النووی،یحی بن شرف، (م 676ھ)،  
المنہاج شرح مسلم بن الحجاج، دار احیاء التراث العربی، بیروت  
، 1392ھ۔

2- ملا، قاری، علی بن سلطان، (م 1014ھ)، ذیل الجواهر المضية،  
میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن۔

3- محمد بن حسن، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، دار  
الکتب العلمیہ، بیروت، 1416ھ، 1995م۔

4- محی الدین، ابو زکریا، النووی،یحی بن شرف، (م 676ھ)،  
تہذیب الاسماء و اللغات، دارالکتب العلمیہ، بیروت، س ن۔

5- محدث میگزین، مجلس التحقیق الاسلامی، 1993ء، مفتی،  
الفلاح، محمد عبده، امام بخاری رحمہ اللہ اور الجامع  
الصحیح (مقالہ - غیر مطبوعہ)۔

6- مقاصد تراجم ابواب صحیح البخاری فی ضوء فقہ البخاری فی



- ترجمہ ، پاکستان جرنل آف اسلامک ریسرچ ، 2012ء۔
- 7- ملا جیون ، احمد بن ابی سعید ، نور الانوار معہ حاشیہ قمر الاقمار ،  
المصباح ، اردو بازار ، لاہور ، س ن۔
- 8- محمد عثمان غنی ، نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری ،  
مکتبہ الشیخ ، بہار آباد ، کراچی س ن۔
- 9- مفتی ، عثمانی ، محمد تقی ، انعام الباری دروس بخاری شریف ،  
مکتبہ الحراء ، کے - ایریا ، کراچی ، س ن۔
- 10- مروزی ، محمد بن نصر ، (م 294ھ) ، اختلاف الفقہاء ، اضواء  
السلف ، ریاض ، س ن۔
- 11- مرغینانی ، برہان الدین ، علی بن ابی بکر ، (م 593ھ) ، الهدایۃ فی  
شرح بدایۃ المبتدی ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت ، س ن۔
- 12- مقدسی ، محمد بن طاہر - الحازمی ، محمد بن موسی ، شروط  
الائمة الستة ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، 1984ء۔
- 13- محدث ، الدہلوی ، احمد بن عبدالرحیم ، (م 1176ھ) ، حجة الله  
البالغة ، دار الجیل ، بیروت ، 1426ھ۔
- 14- مکسی ، موقف بن احمد ، (م 578ھ) ، مناقب الامام الاعظم ابی  
حنیفۃ رحمہ اللہ ، مکتبہ اسلامیہ ، میزان مارکیٹ ، کوئٹہ ، 1407ھ۔
- 15- محدث ، الدہلوی ، ولی اللہ بن عبدالرحیم ، رسالۃ شرح تراجم  
ابواب صحیح البخاری ، طبع دار الحدیث ، بیروت ، 1997ء۔

### (نون)

- 1- نعمانی ، عبد الرشید ، ما تمس الیہ الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجہ۔
- 2- نور الدین ، الحلبي ، محمد عتر ، الامام البخاری وفقہ التراجم فی جامعہ

- الصحيح ، مجلة الشريعة و الدراسات الاسلامية ، كويت ، 1406هـ۔
- 3- نسائي ، احمد بن شعيب ، (م 303هـ) ، السنن الكبرى ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، 1421هـ۔
- 4- نجرهاري ، الحقاني ، رحيم الله ، احتقاق الحق في اندفع عن المذهب الحق ، العرفان خير ندويه علمي ثولنه ، افغانستان ، 2015م۔
- 5- نقيب ، احمد بن نصير الدين ، المذهب الحنفي ، مكتبه الرشيد ، رياض ، سعودي عرب ، 1422هـ / 2001م۔
- 6- نعماني ، محمد شبلي ، سيرة النعمان ، طبع دوم ، مطبع مفيد عام آگره ، انڈيا ، 1892م۔

## (واو)

- 1- وحيد الزمان ، تيسير الباري ترجمه و تشریح صحيح بخارى شريف ، نعماني كتب خانه ، اردو بازار ، لاهور ، 1990ء۔

## (باء)

- 1- هيئة العلماء ، المعجم الوسيط ، مجمع اللغة العربية ، دار الدعوة ، القاهرة مصر۔
- 2- هرساوي ، حسين غيب ، الامام البخاري و فقه اهل العراق ، دار الاعتصام للطباعة و النشر ، بيروت ، 2000ء۔

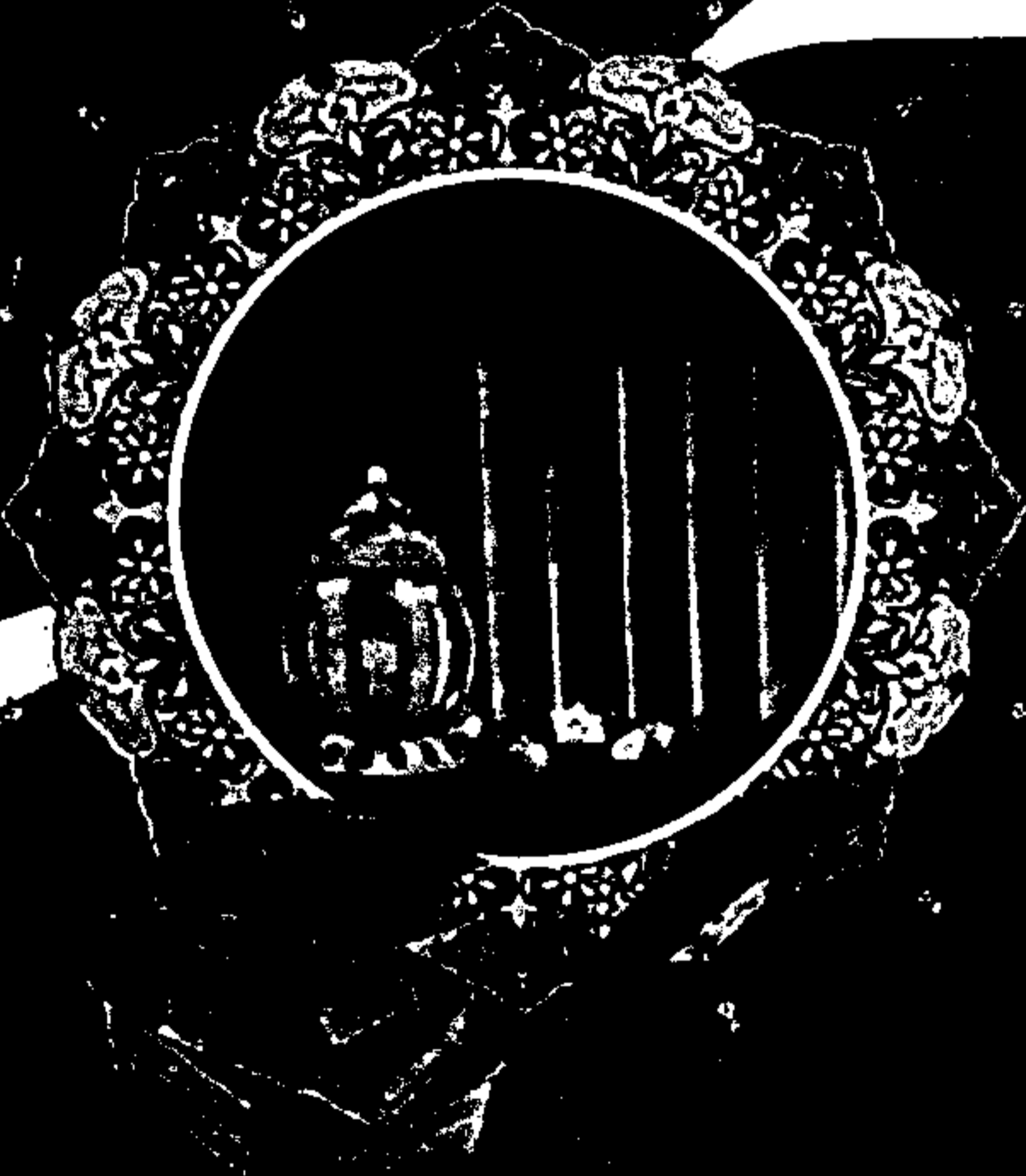
## (ياء)

- 1- يوسف صالح ، الدمشقي الشافعي ، محمد بن يوسف ، (م 942هـ) ، عقود الجمان ، مكتبة الشيخ ، بهار آباد كراچي ، 1394هـ / 1974م۔



# امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ

اختلاف کے آئینے میں



مولانا حارث اللہ فرقانی

پی ایچ ڈی سکالر

عکس

AKSPUBLICATIONS